رمضان المبارک

فضائل و مسائل

متکلم اسلام
مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

دار الایمان

Maktaba Tul Ishaat

تمام فنون کے کتب ہمارے ویب سائٹ اور پلے سٹور سے فری ڈاون لوڈ کریں۔ ہم روزانہ کی بنیاد پر اس میں مزید نئے کتب شامل کر رہے ہیں نئے شامل شدہ کتب لیے روزانہ ہمارے پلے سٹور اور ویب سائٹ کو باقاعدگی سے چیک کیا کریں۔

اپنی کتاب کو ہمارے ویب سائٹ پر شائع کرنے کے لیے رابطہ کریں

تفاسیر	خطبات	منطق
احادیث	سیرت	معانی
فقہ	تاریخ	تصوف
سوانح حیات	صرف	تقابل ادیان
درس نظامی	نحو	تجوید
لغت	فلسفہ	نعت
فتاوی	حکمت	تراجم
اصلاحی	بلاغت	تبلیغ ودعوت
آڈیو دروس	مناظرے	تمام فنون

maktaba.tul.ishaatofficial@gmail.com

عنوانات

استقبالِ رمضان

اللہ تعالیٰ کے فضل و عنایات اور رحم و کرم کا موسم بہار شروع ہونے لگا ہے رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ آپہنچا ہے۔ وہ دیکھیے! جنت کو مزید سجایا جارہا ہے، عرش کے نیچے سے رحمت کی ہوائیں چلنے کو تیار ہیں، کچھ ہی دنوں میں جنت کے درختوں کے پتوں سے سریلی آوازیں سنائی دینے لگیں گی، حور عین بھی دست بدعا ہو کر عرض کرے گی: اے باری تعالیٰ! اس مہینے میں ہمیں وہ خوش نصیب تیرے بندے چاہییں جن سے ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک ملے اور ان کی آنکھوں کو ہماری وجہ سے سرور ملے ہر ایک روزہ دار کو حور عین عطا کی جارہی ہے۔

رمضان کی یہ پہلی رات ہے فقیہ امت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں:

اس میں جنت کے سب دروازے کھول دیے جاتے ہیں پورا مہینہ ایک دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا اور دوزخ کے سب دروازے پورے مہینے کے لیے بند کر دیے جاتے ہیں ایک دروازہ بھی نہیں کھولا جاتا، سرکش شیاطین و جن سب کو زنجیروں سے قید کر دیا جاتا ہے، ایک آواز دینے والا آسمان سے ہر رات طلوعِ فجر تک آواز لگاتا رہتا ہے: خیر اور بھلائی کے طلب گارو! اللہ کی طرف سے خیر کو قبول کرو اور خوش ہو جاؤ، برائی اور شر کے طلبگارو! رک جاؤ اور ہوش سے کام لو۔ پھر رب لم یزل کی صدائے بازگشت ساعتوں میں رس گھولنے لگتی ہے، کوئی ہے جو مغفرت طلب کرے؟ ہم اس کو بخش دیں۔ کوئی ہے جو توبہ کرے؟ ہم اس کی توبہ قبول کریں، کوئی ہے دعا

مانگنے والا؟ ہم پوری کرتے ہیں۔ کوئی ہے سوال کرنے والا؟ ہم عطا کرتے ہیں۔ ہر رات ساٹھ ہزار لوگوں کو جہنم سے آزاد کر دیا جاتا ہے اور عید الفطر کے دن پورے مہینے میں روزانہ ساٹھ ہزار کے بقدر جتنے لوگ بنتے ہیں ان سب کو ایک ہی دن جہنم سے چھٹکارا نصیب ہو جاتا ہے۔

یہ تو آسمانوں پر فیصلے ہو رہے ہوتے ہیں۔ اب زمین کی طرف آتے ہیں وجہ تخلیقِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجب کے مہینے سے ماہ رمضان کی تمنا شروع فرماتے: اللهم بارك لنا في رجب و شعبان وبلغنا رمضان ہمارے لیے رجب اور شعبان میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان نصیب فرما۔

بلکہ جب شعبان کا مہینہ آتا تو لسانِ نبوت سے یوں موتی بکھرتے اللهم هذا شعبان و بلغنا رمضان اے اللہ جیسے آپ نے ہم پر فضل و احسان کیا کہ ہمیں شعبان عطا فرمایا، اے اللہ! ہمیں رمضان کی مبارک ساعتیں بھی نصیب فرما۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو ماہ پہلے اپنے اس مبارک مہمان (رمضان) کا استقبال فرماتے اور جونہی شعبان کی آخری رات آتی آپ اپنے جانثار صحابہ کو جمع فرماتے ان کے سامنے رمضان المبارک کی اہمیت، افادیت، خصوصیت، امتیازی حیثیت کا دلآویز تذکرہ فرماتے: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے آپ کے ان فرامین کو نقل فرمایا ہے:

أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ أَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيمٌ شَهْرٌ مُبَارَكٌ شَهْرٌ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ جَعَلَ اللهُ صِيَامَهُ فَرِيْضَةً وَ قِيَامَ لَيْلِهِ تَطَوُّعًا مَنْ تَقَرَّبَ فِيهِ بِخَصْلَةٍ مِنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ أَدَّىٰ فَرِيضَةً فِيمَا سِوَاهُ وَمَنْ أَدَّىٰ فِيهِ فَرِيضَةً كَانَ كَمَنْ أَدَّىٰ سَبْعِينَ فَرِيضَةً فِيمَا سِوَاهُ وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَ شَهْرُ الْمُوَاسَاةِ وَ شَهْرٌ يُزْدَادُ

رِزْقُ الْمُؤْمِنِ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ مَغْفِرَةً لِذُنُوبِهِ وَ عِتْقَ رَقَبَتِهِ مِنَ النَّارِ وَ كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُّنْتَقَصَ مِنْ أَجْرِهِ شَيْءٌ قَالُوْا: لَيْسَ كُلُّنَا يَجِدُ مَا يُفَطِّرُ الصَّائِمَ فَقَالَ: يُعْطِي اللهُ هَذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلَى تَمْرَةٍ أَوْ شَرْبَةِ مَاءٍ أَوْ مَذْقَةِ لَبَنٍ وَهُوَ شَهْرٌ أَوَّلُهُ رَحْمَةٌ وَأَوْسَطُهُ مَغْفِرَةٌ وَآخِرُهُ عِتْقٌ مِنَ النَّارِ مَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوكِهِ غَفَرَ اللهُ لَهُ وَ أَعْتَقَهُ مِنَ النَّارِ وَ اسْتَكْثِرُوْا فِيْهِ مِنْ أَرْبَعِ خِصَالٍ: خَصْلَتَيْنِ تُرْضُوْنَ بِهِمَا رَبَّكُمْ وَ خَصْلَتَيْنِ لَا غِنَىٰ بِكُمْ عَنْهُمَا فَأَمَّا الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ تُرْضُوْنَ بِهِمَا رَبَّكُمْ فَشَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَ تَسْتَغْفِرُوْنَهُ وَ أَمَّا اللَّتَانِ لَا غِنَىٰ بِكُمْ عَنْهُمَا فَتَسْأَلُوْنَ اللهَ الْجَنَّةَ، وَتَعُوْذُوْنَ بِهِ مِنَ النَّارِ وَمَنْ أَشْبَعَ فِيْهِ صَائِمًا سَقَاهُ اللهُ مِنْ حَوْضِيْ شَرْبَةً لَا يَظْمَأُ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ.

(صحیح ابن خزیمۃ: ج2ص 911 باب فضائل شہر رمضان - رقم الحدیث 1887)

ترجمہ: ”تم پر ایک مہینہ آرہا ہے جو بہت بڑا اور بہت مبارک مہینہ ہے۔ اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزہ کو فرض فرمایا اور اس کی رات کے قیام کو ثواب کی چیز بنایا ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں کوئی نیکی کر کے اللہ کا قرب حاصل کرے گا ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں فرض کو ادا کیا اور جو شخص اس مہینہ میں کسی فرض کو ادا کرے گا وہ ایسا ہے جیسے غیر رمضان میں ستر فرائض ادا کرے۔ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے، یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غم خواری کرنے کا ہے۔ اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اس کے لئے گناہوں کے معاف ہونے اور آگ سے خلاصی کا سبب ہو گا اور اسے روزہ دار کے ثواب کے برابر ثواب ہو گا مگر اس روزہ دار کے ثواب سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص تو اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کو افطار کرائے۔ تو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (یہ ثواب پیٹ بھر کر کھلانے پر موقوف نہیں) بلکہ اگر کوئی بندہ ایک کھجور سے روزہ افطار کرادے یا ایک گھونٹ پانی یا ایک گھونٹ لسّی کا پلادے تو اللہ تعالیٰ اس پر بھی یہ ثواب مرحمت فرمادیتے ہیں۔ یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اول حصہ اللہ کی رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ جہنم کی آگ سے آزادی کا ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں اپنے غلام اور نوکر کے بوجھ کو ہلکا کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیتے ہیں اور آگ سے آزادی عطا فرماتے ہیں۔ اس مہینہ میں چار چیزوں کی کثرت کیا کرو جن میں سے دو چیزیں اللہ کی رضا کے لیے ہیں اور دو چیزیں ایسی ہیں جن سے تمہیں چارہ کار نہیں۔ پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو وہ کلمہ طیبہ اور استغفار کی کثرت ہے اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنت کی طلب کرو اور جہنم کی آگ سے پناہ مانگو۔ جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے رب تعالیٰ شانہ (روزِ قیامت) میرے حوض سے اس کو ایسا پانی پلائیں گے جس کے بعد جنت میں داخل ہونے تک اسے پیاس نہیں لگے گی۔"

آیئے ہم بھی اپنے اس مہمان مہینے کے استقبال کی تیاریاں شروع کردیں، محض جلسے جلوسوں سے نہیں بلکہ اپنے دلوں میں عبادات کا شوق پیدا کریں اور ہادی بر حق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اذہان و قلوب میں رچابسا کر پر عزم ہو جائیں کہ ہم سب نے اس رمضان میں اپنی مغفرت کے تمام اسباب خلوصِ دل اور خلوصِ نیت سے اختیار کرنے ہیں۔ چنانچہ

جونہی ہم ماہ رمضان کے چاند کو دیکھیں تو یہ دعا پڑھیں اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْیُمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَۃِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِیْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی رَبِّیْ وَرَبُّكَ اللّٰہ۔ "اے اللہ! اس چاند کو ہم پر برکتِ ایمان، خیریت اور سلامتی والا کردے اور (ہمیں)

توفیق دے اس (عمل) کی جو تجھے پسند اور مرغوب ہو (اے چاند!) میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔"

اب ہمیں احساس ہونا چاہیے کہ ہم پورا مہینہ اس ماہ مبارک کی دل وجان سے قدر کریں اور اس کے تقاضوں کو شرائط و آداب کے ساتھ پورا کریں۔ یاد رکھیں توبہ و استغفار کی کثرت کریں، ذوق شوق سے تراویح کی بیس رکعات ادا کریں، تین رکعات وتر ادا کریں اور خوب دعائیں مانگ کر جلد سو جائیں تاکہ صبح سحری کے وقت اٹھنے میں دِقّت اور پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ سوتے وقت کی دعا پڑھیں اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْیا". اے اللہ! میں تیرے ہی نام سے سوتا ہوں اور (تیرے ہی نام سے) اٹھتا ہوں۔" سورۃ ملک پڑھیں اور آیۃ الکرسی بھی پڑھ لیں سنت کے مطابق دائیں پہلو پر سو جائیں۔

جب سحری کا وقت آجائے ہشاش بشاش ہو کر چُستی سے اٹھ جائیں، گھر والوں کے ساتھ کام کاج میں ہاتھ بٹائیں، وضو کریں، تہجد ادا کریں، بلکہ کوشش کریں کہ تہجد ہمارا زندگی بھر کا معمول بن جائے ،حدیث پاک میں ہے : افضل الصلاۃ بعد الفریضۃ صلاۃ الّیل۔ فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز تہجد ہے سحری ضرور کھائیں کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تاکید کے ساتھ ہمیں حکم دیا ہے اور اس کو برکت والا کھانا قرار دیا ہے تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السَّحُورِ بَرَكَةً، بچوں کو بھی اس کی عادت ڈالیں صحابہ کرام کی زندگی میں اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ کھانا کھا لینے کے بعد اگر وقت باقی ہے تو تلاوتِ قران کریں، ذکر اذکار کریں، توبہ استغفار کریں، دعاؤں کا اہتمام کریں، مرد حضرات مساجد میں آکر تکبیر اولیٰ کے ساتھ نمازیں ادا کریں ،اگر مسجد میں درس قرآن یا خلاصۃ القرآن کی ترتیب ہو تو اس میں ضرور

شرکت کریں ورنہ باہمی مشاورت سے کسی مستند عالم سے درخواست کریں کہ وہ آپ کو روزانہ درس قرآن دے۔ نمازِ فجر کے بعد اشراق تک ذکر اذکار میں مصروف رہیں نماز اشراق پڑھیں، حدیث میں ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا اجر ایک مکمل حج یا عمرے کے برابر ہے۔

مساجد میں شور وغل سے پرہیز کریں کیونکہ یہ عمل نیکیوں کو ایسے ختم کر دیتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔ مسجد سے واپس آکر اپنے کام کاج میں مصروف ہو جائیں، کوشش کریں آپ کی زبان سے کوئی غلط بات نہ نکلے، بلکہ حدیث میں تو یہاں تک آیا ہے کہ اگر کوئی آپ کو غلط بات کہہ بھی دے لڑائی جھگڑا کرنے کی کوشش کرے تو آپ کہہ دیں انی صائم میں روزے سے ہوں۔ پورا دن اپنی زبان، آنکھ، کان اور تمام اعضاء کی حفاظت کریں۔

زبان کو جھوٹ، غیبت، بہتان، چغلی، الزام تراشی، گالی گلوچ، گانے اور فضول گوئی سے پاک رکھیں اور نہ ہی زبان کے نشتر سے کسی کا دل دکھائیں، کسی کی ہتک عزت، بے عزتی اور رسوائی نہ کریں۔

آنکھ کو حرام امور بچائیں۔ فلم، گانے، میوزک، ڈانس، بد نظری، نامحرم کی طرف دیکھنے سے پاک رکھیں۔ کان کو غیبت سننے، گانا سننے، فضول گوئی سننے اور نامحرم کی باتیں بلاوجہ سننے سے پاک رکھیں دل کو حسد، بغض، کینہ، عداوت، نفرت، تکبر، غرور اور بڑائی سے صاف رکھیں، باہمی رنجشیں دور کریں، کسی سے بول چال ختم تھا تو اس سے شروع کریں، قطع رحمی سے باز آئیں، صلہ رحمی کو عام کریں۔ ورنہ حدیث مبارک میں آتا ہے بہت سارے لوگوں کو سوائے بھوکا پیاسا رہنے کے اور کچھ ہاتھ نہیں آتا: صحیح بخاری میں ہے: من لم یدع قول الذور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ

فی ان یدع طعامہ وشرابہ.

دن بھر تلاوت قرآن کثرت سے کریں، قرآن کریم کے ہم پر درج ذیل پانچ بنیادی حقوق ہیں:

1: ایمان لانا: اس بات پر کہ واقعی یہ اللہ کی طرف سے بواسطہ جبرئیل حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور تحریف و تبدیل سے پاک ہے، اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے خود لیا ہے، اس میں جو کچھ ہے وہ سب کا سب بلاریب سچ ہے۔

2: تلاوت کرنا: یعنی کو اس کو پڑھنا باعث ثواب ہے اور قرآن کا ہم پر حق بھی ہے۔

3: غور و خوض: اس کے اوامر اور نواہی کو سمجھنا کہ قرآن ہمیں فلاں موقع پر کیا حکم دیتا ہے، اس میں موجود فلاح پانے اقوام کے واقعات سے سبق حاصل کرنا اور تباہ شدہ اقوام کے واقعات سے درس عبرت حاصل کرنا۔

4: عمل کرنا: قرآن میں جو کچھ ہے اس پر عمل کرنا۔ بس اتنی بات ہمیشہ ذہن میں رہے کہ جہاں منسوخ آیات ہیں ان کی محض تلاوت کی جا سکتی ہے ان پر عمل کرنے سے شریعت نے خود روک دیا ہے۔

5: تبلیغ، تحفیظ اور تنفیذ: یعنی اس کی اشاعت و تحفظ اور نفاذ کی ہر ممکن کوشش کرنا۔

ان حقوق کی مکمل رعایت رکھ کر تلاوت کریں مستحب یہ ہے باوضو ہو کر، خوشبو لگا کر قبلہ رو ہو کر باادب سوچ سمجھ کر تلاوت کریں، بعض امور کو بالکل نظر انداز نہ کریں سجدہ تلاوت کے احکام ہم نے ذکر کر دیے ہیں ان کا خیال رکھیں، اگر آپ ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ پڑھنا چاہتے ہوں تو درج ذیل تراجم و تفاسیر پڑھیں۔

تفسیر عثمانی......... از علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ

معارف القرآن......... از مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ

معالم العرفان فی دروس القرآن.........از صوفی عبد الحمید سواتی رحمہ اللہ

آسان ترجمہ قرآن......از شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی

یاد رکھیں کسی گمراہ بدعتی عالم اور غیر مستند لوگوں کے تراجم کا مطالعہ بسا اوقات آپ کے عقائد کو برباد کر سکتا ہے اس لیے سے پرہیز کریں۔

آپ کے گھروں، دفاتر اور زمینوں پر جو ملازمین ہیں ان کے کام میں تخفیف کریں، تمام نمازیں وقت پر ادا کریں، افطاری تیار کرنے میں گھر والوں کے ساتھ مل کر کام کریں، ان کو بالکل نہ ڈانٹیں، بلکہ اگر کبھی خلاف مزاج کوئی معاملہ سامنے آئے تو عفو و درگزر سے کام لیں۔ افطار کرانے کا معمول بنائیں۔ کیونکہ حدیث میں اس کی بہت فضلیت آئی ہے۔

افطار کے وقت شور و غل اور بچگانہ حرکتیں مساجد کے تقدس کو پامال کرتی ہیں اس سے سختی سے پرہیز کریں۔ نماز مغرب کے بعد چھ رکعات اوابین کا معمول بنائیں۔ حدیث مبارک میں ہے جس نے مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھیں اور ان کے درمیان کوئی بری بات نہیں کی تو اسے بارہ سال کی عبادت کا ثواب ملے گا۔

بلکہ حفاظ صاحبان کے لیے اوابین میں اپنی منزل پڑھ لینا زیادہ بہتر ہے نماز عشاء کی مکمل تیاری کریں، اذان ہوتے ہی مسجد میں پہنچ جائیں، خشوع خضوع سے نماز ادا کریں، نماز تراویح کے لیے تیز رفتار حفاظ کی بجائے خوش الحان ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے سے والے قاری صاحبان کو منتخب کریں۔ کیونکہ تراویح رمضان المبارک کی بہت اہم عبادت ہے۔ بے شعور قوم والی عادات سے خود کو بچائیں، جو مساجد میں خصوصاً تراویح کے وقت بیٹھے رہتے ہیں، فون کالز اور میسجز کرتے رہتے ہیں، پانی پینے کا بہانہ بنا کر اپنا وقت اور ثواب واجر ضائع کرتے رہتے ہیں اور جب امام رکوع میں جاتا ہے تو بھاگ کے

رکوع میں شامل ہو جاتے ہیں۔ خوب گڑگڑا کر دعائیں مانگیں، اپنے لیے، گھر والوں کے لیے، اپنے ملک کے لیے، پوری قوم بلکہ پورے عالم اسلام کے لیے۔

اس کے بعد جلد گھر واپس آئیں، اپنی حاجات طبیعہ سے فارغ ہو کر سونے سے قبل تھوڑی دیر کے لیے اپنا محاسبہ کریں، پورے دن میں جتنے اچھے کام کیے ہیں اس پر اللہ کا شکر ادا کریں اور جو خلاف شرع کام سرزد ہوئے ان سے توبہ کریں۔ یعنی ندامت کے احساس کے ساتھ وہ کام فی الفور چھوڑ دیں آئندہ نہ کرنے کا پکا عزم کریں۔

جلد سو جائیں تاکہ صبح جلد اٹھیں اور اپنے معمولات صحیح طور پر ادا کر سکیں رمضان میں صدقہ خیرات دل کھول کر کریں، زکوٰۃ ادا کریں (ہم نے اس کی مکمل تفصیل لکھ دی ہے) آخری عشرہ میں اعتکاف کریں، سب سے زیادہ بہتر یہ ہے اپنے شیخ اور مرشد کے ہاں جا کر اعتکاف کریں تاکہ اجر و ثواب بھی ملتا رہے اور ظاہری و باطنی ترقیات بھی نصیب ہوں، شیخ کی صحبت بھی زیادہ میسر ہو۔

لیلۃ القدر کی تلاش میں بہتر عمل اعتکاف ہے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کریں، صدقہ فطر اور زکوٰۃ کے حوالے سے اہلیانِ مدارس بالخصوص آپ کا اپنا دینی ادارہ مرکز اہل السنۃ والجماعۃ جو قرآن و سنت اور فقہ کی اشاعت و تحفظ کا عالمی ادارہ ہے کو ضرور یاد رکھیں۔ نماز عید الفطر کی تیاری کریں، خود بھی نئے اور اچھے کپڑے سلوائیں اور بچوں کے لیے بھی، نماز عید الفطر ادا کریں، اور خوب دعائیں کریں۔

نوٹ: اگر آپ صاحبِ نصاب ہیں تو رمضان میں عمرہ کریں، حدیث پاک میں ہے کہ رمضان کا عمرہ حج کے برابر ہے صحیح مسلم میں ہے عمرۃ فی رمضان تعدل حجۃ۔

(صحیح مسلم باب فضل العمرۃ فی رمضان رقم الحدیث: 1256)



عباداتِ رمضان

رمضان المبارک کو دیگر تمام مہینوں پر فضیلت حاصل ہے۔ اس مہینہ میں اللہ رب العزت کی رحمتوں، عنایات اور کرم نوازیوں کی عجیب شان ہوتی ہے۔ انہی برکات کا یہ ثمرہ ہے کہ اس میں ایک نفل کا ثواب فرض کے برابر اور ایک فرض کا ثواب ستر فرائض کے برابر کر دیا جاتا ہے۔

(مشکوۃ المصابیح: ج 1، ص 173 کتاب الصوم - الفصل الاول)

اس مہینہ میں عبادات و ریاضات کا عالم کیسا ہونا چاہیے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی اس حدیث پر نظر ڈالیے، فرماتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ شَدَّ مِئْزَرَهُ، ثُمَّ لَمْ يَأْتِ فِرَاشَهُ حَتّٰى يَنْسَلِخَ.

(شعب الایمان للبیہقی: ج 3 ص 310 فضائل شہر رمضان)

ترجمہ: جب رمضان کا مہینہ آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمرِ ہمت کس لیتے اور اپنے بستر پر تشریف نہ لاتے یہاں تک کہ رمضان گزر جاتا۔

لیکن جب رمضان کی آخری دس راتیں آتیں تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهَا.

(صحیح مسلم: ج 1، ص 372، باب الاجتہاد فی العشر الاواخر الخ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری دس دنوں میں جو کوشش فرماتے وہ باقی دنوں میں نہ فرماتے تھے۔

رمضان المبارک میں چونکہ اجر و ثواب کئی گنا بڑھ جاتا ہے اس لیے جتنی بھی عبادات انسان کر سکتا ہو ضرور کرے۔ روزمرہ کی چند عبادات کو مستقل مزاجی اور اعتدال اور اطمینان سے کیا جائے تو ان شاء اللہ بہت فائدہ ہوگا۔

1: تہجد کی فضیلت:

نماز تہجد کو اپنی پوری زندگی کا معمول بنانا چاہیے، ورنہ کم از کم رمضان المبارک میں تو اسے ہر حال میں ادا کرنے کی کوشش کی جائے کیونکہ ان دنوں میں ہمارے پاس اس کو ادا کرنے کا کافی وقت ہوتا ہے اور انسان کے دل میں ہدایت و روحانیت کا نور پیدا ہوتا ہے۔ چند احادیث مبارکہ پیش خدمت ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ صَلَاةُ اللَّيْلِ۔

(جامع الترمذی ج1 ص99 باب ماجاء فی فضل صلوۃ اللیل)

ترجمہ: فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز تہجد کی نماز ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وسلم اِنَّ فِي الْجَنَّةِ غُرَفاً تُرىٰ ظُهُوْرُهَا مِنْ بُطُوْنِهَا وَبُطُوْنُهَا مِنْ ظُهُوْرِهَا فَقَامَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ لِمَنْ هِيَ يَارَسُوْلَ اللهِ؟ فَقَالَ لِمَنْ اَطَابَ الْكَلَامَ وَاَطْعَمَ الطَّعَامَ وَاَدَامَ الصِّيَامَ وَصَلّٰى بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ۔

(جامع الترمذی ج2 ص19 باب ماجاء فی قول المعروف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایسے بالاخانے ہیں جن کا اندرونی حصہ باہر سے اور بیرونی حصہ اندر سے نظر آتا ہے۔ تو ایک اعرابی کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا۔ اے اللہ کے رسول! یہ بالاخانے کن لوگوں کے لئے ہوں گے؟ تو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لئے جو اچھا کلام کرے، (مسکینوں کو) کھانا کھلائے، ہمیشہ روزے رکھے اور رات کو نماز پڑھے جب دوسرے لوگ سو رہے ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ رات کے آخری تہائی حصہ میں آسمان سے دنیا کی طرف نزول کر کے فرماتا ہے کہ کون ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اسے عطا کروں؟ کوئی ہے جو مجھ سے بخشش اور مغفرت طلب کرے کہ میں اسے بخش دوں؟" (صحیح بخاری)

ایک اور حدیث مبارک میں ہے: "اللہ تعالیٰ رات کے آخری حصہ میں بندے سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ پس اگر ہو سکے تو تم ان بندوں سے ہو جاؤ جو اس مبارک وقت میں اللہ کو یاد کرتے ہیں۔" (جامع الترمذی)

وقت تہجد :

نماز تہجد کا وقت آدھی رات کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔ سنت طریقہ یہ ہے کہ عشاء پڑھ کر سو جائے، پھر اٹھ کر نماز تہجد ادا کرے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرماتی ہیں۔

كَانَ يَنَامُ اَوَّلَهٗ وَيَقُوْمُ اٰخِرَهٗ فَيُصَلِّيْ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى فِرَاشِهٖ۔

(صحیح البخاری باب من نام اول اللیل واحیی آخرہ)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے شروع حصہ میں نیند فرماتے اور آخری حصہ میں بیدار ہوتے اور نماز ادا فرماتے۔ پھر اپنے بستر پر واپس آجاتے۔

تعداد رکعات تہجد :

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تہجد کی رکعات کے بارے میں مختلف تھی۔ چار، چھ، آٹھ، دس رکعات تک بھی منقول ہیں۔

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ اَبِیْ قَیْسٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَۃَ رضی اللہ عنہا بِکَمْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یُوْتِرُ؟ قَالَتْ بِأَرْبَعٍ وَثَلَاثٍ وَسِتٍّ وَّثَلَاثٍ وَثَمَانٍ وَّ ثَلَاثٍ وَلَمْ یَکُنْ یُوْتِرُ بِاَکْثَرَ مِنْ ثَلٰثَ عَشْرَۃَ وَلَا اَنْقَصَ مِنْ سَبْعٍ۔

(سنن ابی داؤد ج1 ص200 باب فی صلوۃ اللیل)

ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن ابو قیس رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کتنی رکعتوں کے ساتھ وتر پڑھتے تھے؟ تو آپ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا چار اور تین کے ساتھ، چھ اور تین کے ساتھ، آٹھ اور تین کے ساتھ آپ کی وتر (مع تہجد) کی رکعتیں نہ تیرہ سے زیادہ ہوتی تھیں اور نہ سات سے کم۔

عَنْ عَائِشَۃَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ تِسْعَ رَکْعَاتٍ فِیْہِنَّ الْوِتْرُ۔

(صحیح ابن خزیمہ ج 1 ص577 رقم الحدیث 1167)

ترجمہ : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نو رکعت پڑھتے تھے، ان میں وتر بھی ہوتی تھی۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم صَلّٰی بَعْدَ الْعَتَمَۃِ ثَلَاثَ عَشَرَۃَ رَکْعَۃً۔

(صحیح ابن خزیمہ ج1 ص576 رقم الحدیث 1165)

ترجمہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز کے بعد تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔

فائدہ : آپ صلی اللہ علیہ وسلم مندرجہ بالا رکعات مختلف اوقات میں پڑھتے تھے، لیکن اکثر معمول آٹھ رکعت تہجد کا تھا۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

مَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَزِیْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَیْرِہٖ عَلٰی

اِحْدٰی عَشْرَۃَ رَکْعَۃً۔ (صحیح البخاری ج1ص154 باب قیام النبی باللیل فی رمضان وغیرہ)

ترجمہ : حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے (آٹھ رکعت تہجد اور تین رکعت وتر)

2:سحری کی فضیلت:

یہ اللہ تعالی کا کرم ہے کہ اس ذات نے ہمیں جسمانی ضروریات کو پورا کرنے پر اجر وثواب عنایت فرماتے ہیں۔ سحری بھی ہماری ان جسمانی ضروریات میں سے ایک ہے جس پر اللہ تعالی نے انعام واکرام اور برکت سے نوازتے ہیں۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تَسَحَّرُوا فَاِنَّ فی السَّحُورِ بَرَکَۃٌ سحری کیا کرو، کیونکہ سحری کرنے میں یقینا برکت ہے ۔ (متفق علیہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فَصلُ مَا بَینَ صِیامنا و صِیام آھلِ الکِتابِ، اَکلَۃ السَّحَرِ ہمارے اور اہلِ کتاب کے روزوں میں فرق کرنے والی چیز سحری کا کھانا ہے۔ (صحیح مُسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کے کھانے کے بارے میں فرمایا:اِنَّھَا بَرَکَۃٌ اَعطاکُم اللہُ اِیَّاھَا ۔فَلا تَدَعُوہُ (سحری والی) برکت جو اللہ نے تم لوگوں کو عطا کی ہے اسے چھوڑو نہیں۔ (سُنن نسائی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا :تَسحَرُوا ولَو بِجُرعَۃِ مَاءٍ سحری ضرور کرو خواہ ایک گھونٹ پانی سے ہی کرو۔ (صحیح ابن حبان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اِنَّ اللّٰہَ و الملائِکتہُ یَصَّلُونَ عَلیَ المُتسَحِرِینَ بے شک سحری کرنے والوں پر اللہ رحمت کرتا ہے اور اللہ کے فرشتے دُعا

ان کے لیے کرتے ہیں۔ (صحیح ابن حبان)

3:روزہ کی فضیلت:

روزہ رمضان المبارک کی بہت اہم عبادت ہے اس کے فضائل پر مشتمل چند احادیث پیش خدمت ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُعْطِيَتْ أُمَّتِي خَمْسَ خِصَالٍ فِي رَمَضَانَ لَمْ تُعْطَهَا أُمَّةٌ قَبْلَهُمْ خُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ وَتَسْتَغْفِرُ لَهُمُ الْمَلَائِكَةُ حَتَّى يُفْطِرُوا وَيُزَيِّنُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ كُلَّ يَوْمٍ جَنَّتَهُ ثُمَّ يَقُولُ يُوشِكُ عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ أَنْ يُلْقُوا عَنْهُمُ الْمَئُونَةَ وَالْأَذَى وَيَصِيرُوا إِلَيْكِ وَيُصَفَّدُ فِيهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِينِ فَلَا يَخْلُصُوا إِلَى مَا كَانُوا يَخْلُصُونَ إِلَيْهِ فِي غَيْرِهِ وَيُغْفَرُ لَهُمْ فِي آخِرِ لَيْلَةٍ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ أَهِيَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ؟ قَالَ لَا وَلَكِنَّ الْعَامِلَ إِنَّمَا يُوَفَّى أَجْرَهُ إِذَا قَضَى عَمَلَهُ. (مسند احمد:ج8ص30رقم الحدیث7904)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کو رمضان شریف میں پانچ چیزیں خاص طور پر دی گئیں ہیں جو پہلی امتوں کو نہیں دی گئیں:

(۱)ان کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

(۲)ان کیلئے فرشتے دعا کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ افطار کے وقت تک دعا کرتے ہیں۔

(۳)جنت ہر روز ان کیلئے سجا دی جاتی ہے۔ پھر اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ عنقریب میرے نیک بندے مشقتیں اپنے اوپر سے ہٹا کر تیری طرف آئیں گے۔

(۴) اس مہینہ میں سرکش شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں اور لوگ رمضان میں ان برائیوں کی طرف نہیں پہنچ سکتے جن کی طرف غیر رمضان میں جا سکتے ہیں۔

(۵) رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کی مغفرت کی جاتی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: کیا یہ شب قدر ہے؟ ارشاد فرمایا: نہیں، بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کو مزدوری کام ختم ہونے کے وقت دی جاتی ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا فِي رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ رَخَّصَهَا اللهُ لَمْ يَقْضِ عَنْهُ صِيَامُ الدَّهْرِ۔

(مسند احمد: ج9 ص346، رقم الحدیث 9870)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو شخص بغیر کسی شرعی عذر کے ایک دن رمضان کا روزہ چھوڑ دے اور پھر تمام عمر کے روزے بھی رکھے تو اس ایک روزے کا بدل نہیں ہو سکتا۔

قَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الصَّوْمُ جُنَّةٌ مَا لَمْ يَخْرِقْهَا۔ (سنن نسائی: ج1 ص311 باب فضل الصیام)

ترجمہ: حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: روزہ انسان کے لئے ڈھال ہے جب تک اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔

فائدہ: ڈھال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جیسے آدمی ڈھال سے اپنی حفاظت کرتا ہے اسی طرح روزہ سے بھی اپنے دشمن یعنی شیطان سے حفاظت ہوتی ہے اور روزہ پھاڑ ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ روزہ کی حالت میں جھوٹ، غیبت اور اس قسم کے ناجائز کام کیے جائیں۔ لہٰذا روزہ کے حقیقی فوائد اور ثمرات اس وقت حاصل ہوں گے جب انسان ان گناہ کی چیزوں اور لایعنی کاموں سے بچا رہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يُرَدُّ دُعَاؤُهُمْ، اَلْإِمَامُ الْعَادِلُ وَالصَّائِمُ حَتّٰى يُفْطِرَ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ يَرْفَعُهَا اللهُ فَوْقَ

الْغَمَامِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَفْتَحُ لَهَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ وَيَقُولُ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ بِعِزَّتِي لَأَنْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِينٍ. (مسند احمد بن حنبل: ج9ص298رقم الحدیث9703)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی؛ ایک روزہ دار کی جب وہ روزہ افطار کرتے وقت مانگتا ہے، دوسرے عادل بادشاہ کی، تیسرے مظلوم انسان کی جس کو اللہ تعالیٰ بادلوں سے اوپر اٹھا لیتے ہیں اور آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ (اے بندے!) میں تیری ضرور مدد کروں گا، گو (کسی مصلحت کی وجہ سے) کچھ دیر ہو جائے۔

عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُحْضُرُوا الْمِنْبَرَ فَحَضَرْنَا. فَلَمَّا ارْتَقٰى دَرَجَةً قَالَ: آمِينَ. فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ قَالَ: آمِينَ. فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّالِثَةَ قَالَ: آمِينَ. فَلَمَّا فَرَغَ نَزَلَ مِنَ الْمِنْبَرِ قَالَ: فَقُلْنَا لَهُ يَا رَسُولَ اللهِ لَقَدْ سَمِعْنَا الْيَوْمَ مِنْكَ شَيْئًا لَمْ نَكُنْ نَسْمَعُهُ قَالَ: إِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَرَضَ لِي فَقَالَ: بَعُدَ مَنْ أَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ فَقُلْتُ: آمِينَ فَلَمَّا رَقِيتُ الثَّانِيَةَ قَالَ: بَعُدَ مَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ فَقُلْتُ: آمِينَ. فَلَمَّا رَقِيتُ الثَّالِثَةَ قَالَ: بَعُدَ مَنْ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ الْكِبَرَ عِنْدَهُ أَوْ أَحَدَهُمَا. فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ - أَظُنُّهُ قَالَ- فَقُلْتُ: آمِينَ.

(شعب الایمان للبیہقی: ج2ص214باب فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ)

ترجمہ: کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب ہو جاؤ۔ ہم لوگ (قریب قریب) حاضر ہو گئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر کے پہلے زینہ پر قدم رکھا تو فرمایا: آمین۔ جب

دوسرے زینہ پر قدم رکھا تو پھر فرمایا: آمین، جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین۔ جب آپ علیہ السلام خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے ایسی بات سنی ہے جو پہلے کبھی نہیں سنی ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت جبرئیل میرے پاس آئے تھے۔ جب میں نے پہلے درجہ پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا: ہلاک ہو جائے وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا اور پھر بھی اس کی مغفرت نہیں ہوئی، میں نے کہا: آمین، پھر جب میں دوسرے زینے پر چڑھا تو انہوں نے کہا: ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے آپ کا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ بھیجے، میں نے کہا: آمین، جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا: ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کی حالت میں آئیں اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں، میں نے کہا: آمین۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: ذَاكِرُ اللهِ فِيْ رَمَضَانَ يُغْفَرُ لَهٗ وَسَائِلُ اللهِ فِيْهِ لَا يَخِيْبُ۔

(شعب الایمان للبیہقی: ج3ص311 فضائل شہر رمضان)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ”رمضان میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا بخشا جاتا ہے، اور اس مہینے میں اللہ تعالیٰ سے مانگنے والا بے مراد نہیں رہتا۔“

عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا أَوْ جَهَّزَ غَازِيًا فَلَهٗ مِثْلُ أَجْرِهٖ۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی: ج4ص240)

ترجمہ: حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے روزہ دار کا روزہ اِفطار کرایا یا کسی غازی کو سامانِ جہاد دیا، اس کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا۔“

4: فرض نمازوں کی پابندی:

نماز اہم العبادات ہے، اس کی پابندی ضروری ہے، بے شمار آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اس کی فضیلت ثابت ہے چند احادیث پیش خدمت ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: " جس نے نماز کی پابندی کی تو نماز اس کے لئے قیامت کے دن نور، حجت اور نجات کا سبب بنے گی" (مشکوٰۃ شریف)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ پت جھڑ کے موسم میں باہر تشریف لے گئے اور ایک درخت کی دو ٹہنیوں کو پکڑ کر ہلایا جس کی وجہ سے درخت سے پتے جھڑنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ذر! ابو ذر نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں، آپ نے فرمایا دیکھو جب کوئی مسلمان نماز پڑھتا ہے اور اس کے ذریعہ اللہ کی خوشنودی اور رضا کا طالب بنتا ہے تو اس کے گناہ اسے طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں۔

(مسند امام احمد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بتاؤ تو کسی کے دروازے پر نہر ہو وہ اس میں ہر روز پانچ بار غسل کرتا ہو کیا اس کے بدن پر میل کچیل رہ جائے گی؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان نمازوں کے سبب خطاؤں کو مٹا دیتا ہے۔ (صحیح بخاری)

فقیہ امت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ کو بندے کا کون سا عمل سب سے زیادہ پسند ہے؟ آپ نے فرمایا: وقت پر نماز پڑھنا۔

(صحیح بخاری)

5: تلاوت قرآن:

قرآن کریم کو رمضان المبارک سے بہت نسبت ہے۔ اسی مبارک مہینے میں قرآن کریم نازل ہوا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینے میں حضرت جبرئیل امین سے قرآن کریم کا دَور (سننا اور سنانا) فرمایا کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إقرؤا القرآن فإنه يأتي يوم القيامة شفيعا لأصحابه۔ قرآن مجید پڑھو کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کے لیے سفارش کرے گا۔ (صحیح مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قرآن میں ماہر ہے وہ معزز فرشتوں کے ساتھ ہو گا اور جو شخص قرآن اٹک اٹک کر مشقت کے ساتھ پڑھتا ہے اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔ (متفق علیہ)

حدیث پاک ہے کہ صاحب قرآن سے قیامت کے روز کہا جائے گا: قرآن مجید کی تلاوت اس طرح کرو جیسے دنیا میں ترتیل (ٹھہر ٹھہر کر) سے کرتے تھے اور بلند منازل طے کرتے جاؤ۔ جنت میں تمہارے لیے وہ جگہ متعین ہو گی جس جگہ آخری آیت کی تلاوت پر تمہاری سانس رکے گی۔ (جامع الترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: لا تجعلوا بيوتكم مقابر، إن الشيطان ينفر من البيت الذى يقرأ فيه سورة البقرة ۔ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، بے شک شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں سورۃ البقرۃ کی تلاوت کی جاتی ہے۔ (صحیح مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جو دائمی ہو اگرچہ مقدار میں تھوڑا ہی کیوں نا ہو۔ حدیث مبارک کے پیش نظر

آپ کی سہولت کے لیے تلاوت کلام پاک کے حوالے سے ایک نقشہ پیش کیا جارہا ہے

وقت	تلاوت کی مقدار	30 دنوں میں
30منٹ (آدھ گھنٹہ) روزانہ	ایک پارہ	ایک ختم قرآن
60منٹ (ایک گھنٹہ) روزانہ	دوپارے	دو ختم قرآن
90منٹ (ڈیڑھ گھنٹہ) روزانہ	تین پارے	تین ختم قرآن
120 منٹ (دو گھنٹے) روزانہ	چار پارے	چار ختم اورآٹھ سپارے
150 منٹ (اڑھائی گھنٹے) روزانہ	پانچ پارے	چھ ختم قرآن

اگر مستقل مزاجی سے تلاوت کی جائے تو اس سے بھی زیادہ ہو سکتا ہے۔

6: توبہ واستغفار کی فضیلت:

ہم فرشتے بھی نہیں کہ کبھی ہم سے گناہ نہ ہو اور ہمیں شیطان کی طرح ہمیشہ گناہ بھی نہیں کرتے رہنا چاہیے بلکہ اگر گناہ ہو جائے تو توبہ استغفار کرنی چاہیے تاکہ آئندہ کے لیے ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانیوں سے بچ سکیں۔ تاہم اگر بار بار بھی توبہ ٹوٹ جائے تب بھی ہمیں ناامید نہیں ہونا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ الشَّيْطَانَ قَالَ: وَعِزَّتِكَ يَا رَبِّ، لَا أَبْرَحُ أُغْوِي عِبَادَكَ مَادَامت أَرْوَاحُهُمْ فِي أَجْسَادِهِمْ. قَالَ الرَّبُّ: وَعِزَّتِي وَجَلَالِي لَا أَزَالُ أَغْفِرُلَهُمْ مَا اسْتَغْفَرُوْنِي. (مسند أحمد)

شیطان نے (بارگاہِ الٰہی میں) کہا: (اے باری تعالیٰ!) مجھے تیری عزت کی قسم! میں تیرے بندوں کو جب تک ان کی جسموں میں روحیں باقی رہیں گی گمراہ کرتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: مجھے بھی اپنی عزت اور جلال کی قسم! جب تک وہ مجھ سے استغفار کرتے رہیں گے یعنی بخشش مانگتے رہیں گے میں انہیں بخشتا

رہوں گا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا": جو شخص مجلس میں بیٹھا اور اس میں اس نے بہت سی لغو باتیں کیں تو وہ اٹھنے سے پہلے سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَن لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَستغفرُكَ وَ أَتُوبُ إِلَيْكَ اے اللہ میں تعریف کے ساتھ تیری پاکیزگی بیان کرتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔ کہے تو ان لغو باتوں سے اس کی مغفرت ہو جائے گی۔" (جامع الترمذی)

7: صدقہ و خیرات کی فضیلت:

رمضان المبارک میں جہاں اور اعمال کا اجر بڑھ جاتا ہے اسی طرح صدقہ و خیرات کا اجر و ثواب بھی بڑھ جاتا ہے۔ چند احادیث مبارک پیش خدمت ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ فَلَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ. (صحیح البخاری: ج 1 ص 3 باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جود و سخا میں تمام انسانوں سے بڑھ کر تھے، اور رمضان المبارک میں جبکہ جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آتے تھے آپ کی سخاوت بہت ہی بڑھ جاتی تھی، جبریل علیہ السلام رمضان کی ہر رات میں آپ کے پاس آتے تھے، آپ سے قرآنِ کریم کا دور کرتے تھے، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیاضی و سخاوت اور نفع رسانی میں بادِ رحمت سے بھی بڑھ کر ہوتے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا: کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رمضان میں صدقہ کرنا افضل ہے۔ (جامع الترمذی)

نوٹ: اس مہینہ میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔ زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور وجوبی صدقات تو ادا کرنا تو انسان کے ذمہ ہیں ان کے ساتھ ساتھ کوشش کرنی چاہیے کہ نفلی صدقات کا اہتمام بھی کیا جائے۔ کسی نادار روزہ دار کا روزہ افطار کرانا، کسی محتاج کی مدد کرنا، کسی ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنا، یتیم اور بیواؤں کا خیال رکھنا وغیرہ ایسی نیکیاں ہیں کہ انسان ان کو اس ماہِ مقدس میں ضرور ادا کرے۔

8:صبر و تحمل کی فضیلت:

رمضان المبارک میں روزوں کی وجہ سے خشکی آجاتی ہے اور مزاج میں چڑچڑاپَن پیدا ہو جاتا ہے اس لیے ایسے موقع پر اپنے آپ پر قابو پانا اور صبر سے کام لینا بہت ضروری ہے۔ بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ صبر و تحمل تقریباً ہم معنیٰ الفاظ ہیں۔ صبر میں غصہ اور اشتعال کو روکا جاتا ہے اور تحمل میں غصہ اور اشتعال کو برداشت کیا جاتا ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ پر قابو پانے والے بردبار اور حلیم مزاج شخص کی تعریف و توصیف فرمائی ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے: پہلوان وہ شخص نہیں جو غصے کے وقت لوگوں کو پچھاڑ ڈالے بلکہ پہلوان تو وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر کنڑول کرے۔

9:نوافل کی فضیلت:

جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ رمضان المبارک میں نوافل کا ثواب

فرضوں کے ثواب تک جا پہنچتا ہے۔ اس لیے ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ فرائض کے علاوہ سنن اور نوافل کا بھی ذوق شوق سے اہتمام کریں۔

نماز اشراق:

نماز اشراق کا وقت سورج طلوع ہونے کے پندرہ، بیس منٹ بعد شروع ہو جاتا ہے۔ دو یا چار رکعت پڑھی جاتی ہیں، جن کا ثواب ایک حج و عمرہ کے برابر ہے۔

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ صَلَّی الْفَجْرَ فِیْ جَمَاعَۃٍ ثُمَّ قَعَدَ یَذْکُرُ اللّٰہَ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ کَانَتْ لَہٗ کَاَجْرِ حَجَّۃٍ وَّ عُمْرَۃٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم تَامَّۃٍ تَامَّۃٍ تَامَّۃٍ۔

(سنن الترمذی ج1 ص130 باب ماذکر ممایستحب من الجلوس فی المسجد)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے فجر کی نماز باجماعت پڑھی، پھر وہیں اللہ کا ذکر کرنے بیٹھ گیا یہاں تک کہ سورج نکل آیا۔ پھر اس نے دو رکعتیں پڑھیں تو اس کے لئے ایک مکمل حج اور عمرہ کا ثواب ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ "مکمل" کا لفظ تین بار ارشاد فرمایا۔

عَنْ حَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ صَلَّی الْفَجْرَ ثُمَّ قَعَدَ فِیْ مَجْلِسِہٖ یَذْکُرُ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ قَالَ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَی النَّارِ اَنْ تَلْفَحَہٗ اَوْ تَطْعَمَہٗ۔

(شعب الایمان للبیہقی ج3 ص85)

ترجمہ: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے فجر کی نماز پڑھی پھر اپنی جگہ بیٹھ کر اللہ تعالی کا ذکر کرنے لگا یہاں تک کہ سورج نکل آیا۔ پھر اس نے دو رکعتیں پڑھیں تو اللہ تعالی آگ پر حرام کر دیں گے کہ اسے کھائے۔"

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے اسی مضمون کی روایت مروی ہے: ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ اَوْ اَرْبَعَ رَکْعَاتٍ۔ پھر وہ دو رکعتیں پڑھے یا چار رکعات۔

(الترغیب والترہیب للمنذری ج 1 ص178)

نماز چاشت کی فضیلت:

عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ صَلَّی الضُّحٰی رَکْعَتَیْنِ لَمْ یُکْتَبْ مِنَ الْغَافِلِیْنَ وَمَنْ صَلّٰی اَرْبَعاً کُتِبَ مِنَ الْعَابِدِیْنَ وَمَنْ صَلّٰی سِتًّا کُفِیَ ذٰلِکَ الْیَوْمَ وَمَنْ صَلّٰی ثَمَانِیًا کَتَبَهُ اللّٰہُ مِنَ الْقَانِتِیْنَ وَمَنْ صَلّٰی ثِنْتَیْ عَشَرَۃَ بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ۔

(مجمع الزوائد للھیثمی ج2 ص494 باب صلوٰۃ الضحیٰ، رقم الحدیث 3419)

ترجمہ: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے چاشت کی دو رکعات پڑھیں تو اس کا نام غافلین میں نہیں لکھا جائے گا۔ جس نے چار رکعات پڑھیں تو اس کا نام عبادت گزار بندوں میں لکھا جائے گا۔ جس نے چھ رکعات پڑھیں اس دن اس کی کفایت کی جائے گی، جس نے آٹھ پڑھیں اسے اللہ تعالی اطاعت شعاروں میں لکھ دیں گے اور جس نے بارہ رکعات پڑھیں تو اس کے لئے اللہ تعالی جنت میں گھر بنا دیں گے۔

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّہٗ قَالَ یُصْبِحُ عَلٰی کُلِّ سُلَامٰی مِنْ اَحَدِکُمْ صَدَقَۃٌ فَکُلُّ تَسْبِیْحَۃٍ صَدَقَۃٌ وَکُلُّ تَحْمِیْدَۃٍ صَدَقَۃٌ وَکُلُّ تَهْلِیْلَۃٍ صَدَقَۃٌ وَکُلُّ تَکْبِیْرَۃٍ صَدَقَۃٌ وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَۃٌ وَنَهْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ صَدَقَۃٌ وَیُجْزِئُ مِنْ ذٰلِکَ رَکْعَتَانِ یَرْکَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰی۔

(صحیح مسلم ج1 ص 250 باب استحباب صلوۃ الضحی الخ)

ترجمہ: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: جب صبح ہوتی ہے تو انسان کے ہر جوڑ پر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے۔ ہر بار سبحان اللہ کہنا ایک صدقہ ہے، ہر بار الحمد للہ کہنا ایک صدقہ ہے، ہر بار لا الہ الا اللہ کہنا ایک صدقہ ہے، ہر بار اللہ اکبر کہنا ایک صدقہ ہے، اچھی بات کا حکم کرنا ایک صدقہ ہے، بری بات سے روکنا ایک صدقہ ہے اور ان سب کی طرف سے چاشت کی دو رکعتیں کافی ہو جاتی ہیں جنھیں انسان پڑھ لیتا ہے۔

تعداد رکعات نماز چاشت:

چاشت کی کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں۔

حدیث ابو الدرداء رضی اللہ عنہ جس میں دو سے بارہ رکعت کا ذکر ہے، پیچھے گزر چکی ہے۔ (مجمع الزوائد للھیثمی ج2 ص494 باب صلوٰۃ الضحیٰ)

حضرت معاذہ العدویہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُصَلِّي الضُّحٰى اَرْبَعًا وَيَزِيْدُ مَاشَاءَاللّٰهُ۔ (صحیح مسلم ج 1 ص249 باب استحباب صلوۃ الضحی)

ترجمہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی (عموماً) چار رکعت پڑھتے تھے اور (کبھی) اس سے زیادہ بھی پڑھتے جو اللہ تعالی کو منظور ہوتا۔

عَنْ اُمِّ هَانِئٍ رضی اللہ عنہا قَالَتْ اِنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ فَاغْتَسَلَ وَصَلّٰى ثَمَانِيَ رَكْعَاتٍ فَلَمْ اَرَ صَلٰوةً قَطُّ اَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ اَنَّهُ يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ... وَقَالَتْ فِي رِوَايَةٍ اُخْرٰى... وَذٰلِكَ ضُحًى۔

(مشکوٰۃ المصابیح ج 1 ص115 باب صلوۃ الضحی)

ترجمہ: حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن میرے گھر تشریف لائے، غسل کیا اور آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ میں نے کبھی

اس سے ہلکی پھلکی نماز نہیں دیکھی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز میں بھی رکوع و سجود پورا کر رہے تھے۔ فرماتی ہیں کہ یہ چاشت کی نماز تھی۔

چاشت کا وقت :

سورج کے طلوع ہونے کے بعد شروع ہو جاتا ہے اور زوال تک رہتا ہے۔

لیکن افضل یہ ہے کہ دن کے چوتھائی حصہ گزرنے کے بعد پڑھے جیسا کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صَلٰوۃُ الْاَوَّابِیْنَ حِیْنَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ۔

(صحیح مسلم ج1ص257باب صلوۃ اللیل وعدد رکعات النبی)

ترجمہ : چاشت کی نماز اس وقت سے شروع ہوتا ہے کہ جب اونٹنی کے بچے کے پاؤں گرمی سے جھلسنے لگیں۔

فائدہ : اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صلوۃ ضحیٰ (چاشت) کو صلوۃ الاوابین بھی کہا جاتا ہے۔

نماز اوابین:

نماز مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھی جاتی ہیں۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ صَلّٰی بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَکْعَاتٍ لَمْ یَتَکَلَّمْ فِیْمَا بَیْنَہُنَّ بِسُوْءٍ عُدِلْنَ لَہٗ بِعِبَادَۃِ ثِنْتَیْ عَشَرَۃَ سَنَۃً۔ (جامع الترمذی ج1ص98)

ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھیں اور ان کے درمیان کوئی بری بات نہیں کی تو اسے بارہ سال کی عبادت کا ثواب ملے گا۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رَاَیْتُ حَبِیْبِیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یُصَلِّیْ بَعْدَ الْمَغْرَبِ سِتَّ رَکْعَاتٍ وَقَالَ مَنْ صَلّٰی بَعْدَ الْمَغْرَبِ سِتَّ رَکْعَاتٍ غُفِرَتْ لَہٗ ذُنُوْبُہٗ وَاِنْ کَانَ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ۔ (المعجم الاوسط للطبرانی ج5 ص255 رقم الحدیث 7245)

ترجمہ: میں نے اپنے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مغرب کے بعد چھ رکعات پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ جس نے مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھیں تو اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ صَلَاۃُ الْاَوَّابِیْنَ مَابَیْنَ اَنْ یَّنْکَفِتَ اَھْلُ الْمَغْرِبِ اِلٰی اَنْ یُّثَوَّبَ اِلَی الْعِشَاءِ۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج 4 ص267،266، فی الصلوۃ بین المغرب و العشاء)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”صلوۃ الاوابین“ کا وقت اس وقت سے ہے کہ جب نمازی نماز مغرب پڑھ کر فارغ ہوں اور عشاء کا وقت آنے تک رہتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ اِنَّ الْمَلَا ئِکَۃَ لَتَحُفُّ بِالَّذِیْنَ یُصَلُّوْنَ بَیْنَ الْمَغْرِبِ اِلَی الْعِشَاءِ وَھِیَ صَلَاۃُ الْاَوَّابِیْنَ۔

(شرح السنۃ للبغوی ج2 ص439 باب الصلوۃ بین المغرب و العشاء)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرشتے ان لوگوں کو گھیر لیتے ہیں جو مغرب اور عشاء کے درمیان نماز پڑھتے ہیں اور یہ ”صلوۃ الاوابین“ ہے۔

نوٹ: رمضان المبارک کی اہم عبادات میں سے تراویح، لیلۃ القدر، صلوۃ التسبیح، زکوۃ اور صدقہ فطر کی ادائیگی وغیرہ پر مستقل مضامین آگے آرہے ہیں۔

مسائل روزہ

عوام کو چاہیے کہ رمضان المبارک بالخصوص روزہ اور تراویح کے مسائل جاننے کے لیے اپنے قریبی علماء کرام سے رابطہ رکھیں۔ بسا اوقات کسی بات کو معمولی سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ وہ بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ اور کبھی ایسے بھی ہوتا ہے کہ کسی بات کو معمولی سمجھتے ہوئے کر ڈالتے ہیں حالانکہ اس سے بہت بڑی نیکی ضائع ہو جاتی ہے اور گناہ گلے پڑ جاتا ہے۔ بالخصوص روزے کے مسائل میں غفلت برتی جاتی ہے اس لیے روزے کے احکام و مسائل کو مستقل طور پر لکھ دیا ہے تاکہ رمضان المبارک کی اہم عبادت ضائع ہونے سے بچ جائے۔

کوشش یہ کی گئی ہے کہ روزے کے اہم چیدہ چیدہ مسائل لکھے جائیں تاہم اگر کوئی ایسی بات پیش آتی ہے جو ہم یہاں درج نہیں کر سکے تو فوراً اپنے قریبی عالم / دارالافتاء سے رجوع فرمائیں۔

مسئلہ 1: رمضان شریف کے روزے ہر مسلمان پر جو مجنون اور نابالغ نہ ہو فرض ہیں، جب تک کوئی عذر نہ ہو روزہ چھوڑنا درست نہیں اور اگر کوئی روزہ کی نذر مان لے تو روزہ فرض ہو جاتا ہے اور قضا اور کفارے کے روزے بھی فرض ہیں اور اس کے سوا اور سب روزے نفل ہیں، رکھے تو ثواب ہے اور نہ رکھے تو کوئی گناہ نہیں البتہ عیدین کے دن اور بقر عید سے بعد تین دن روزہ رکھنا حرام ہے۔

مسئلہ 2: طلوعِ فجر سے لے کر سورج غروب ہونے تک روزے کی نیت سے کھانا اور پینا چھوڑ دیں اور خاوند و بیوی ہمبستر بھی نہ ہوں شریعت میں اس کو ”روزہ“ کہتے ہیں۔

مسئلہ 3: زبان سے نیت کرنا اور کچھ کہنا ضروری نہیں ہے بلکہ جب دل میں یہ دھیان ہے کہ آج میرا روزہ ہے اور سارا دن کچھ کھایا نہ پیا نہ ہمبستر ہوا تو اس کا روزہ ہو گیا اور اگر کوئی زبان سے بھی کہہ دے کہ یا اللہ میں کل تیرا روزہ رکھوں گا یا عربی میں یہ کہہ دے کہ "وبصوم غد نویت" تو بھی کچھ حرج نہیں، یہ بھی بہتر ہے۔

مسئلہ 4: اگر کسی نے دن بھر نہ تو کچھ کھایا نہ پیا صبح سے شام تک بھوکا پیاسا رہا لیکن دل میں روزہ کا ارادہ نہ تھا بلکہ بھوک نہیں لگی یا کسی اور وجہ سے کچھ کھانے پینے کی نوبت نہیں آئی تو اس کا روزہ نہیں ہوا۔ اگر دل میں روزہ کا ارادہ کر لیتا تو روزہ ہو جاتا۔

مسئلہ 5: شریعت میں روزہ صبح صادق کے وقت سے شروع ہوتا ہے۔ اس لیے جب تک صبح صادق نہ ہو کھانا پینا وغیرہ سب کچھ جائز ہے۔ بعض لوگ سحری کھا کر نیت کی دعا پڑھ کر لیٹے رہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اب نیت کر لینے کے بعد کچھ کھانا پینا نہیں چاہیے، یہ خیال غلط ہے جب تک صبح صادق نہ ہو کھا پی سکتے ہیں چاہے نیت کر چکے ہوں یا ابھی تک نہ کی ہو۔

مسئلہ 6: رمضان شریف کے روزے میں بس اتنی نیت کر لینا کافی ہے کہ آج میرا روزہ ہے یا رات کو اتنا سوچ لے کہ کل میرا روزہ ہے بس اتنی ہی نیت سے بھی رمضان کا روزہ ادا ہو جائے گا۔ اگر نیت میں خاص یہ بات نہ آئی ہو کہ رمضان کا روزہ ہے یا فرض روزہ ہے تب بھی روزہ ہو جائے گا۔

مسئلہ 7: شعبان کی انتیسویں تاریخ کو اگر رمضان شریف کا چاند نکل آئے تو صبح کو روزہ رکھیں اور اگر نہ نکلے یا آسمان پر بادل ہوں اور چاند نہ دکھائی دے تو صبح کو جب تک یہ شبہ رہے کہ رمضان شروع ہوا یا نہیں، روزہ نہ رکھیں۔ بلکہ شعبان کے تیس دن پورے کر کے رمضان کے روزے شروع کریں۔

مسئلہ 8: انتیسویں تاریخ کو (بادل یا گرد کی وجہ سے رمضان شریف کا چاند نہیں دکھائی دیا تو صبح کو نفلی روزہ بھی نہ رکھیں ہاں اگر ایسا اتفاق ہو جائے کہ ہمیشہ پیر اور جمعرات یا کسی اور مقرر دن کا روزہ رکھتا تھا اور کل وہی دن ہے تو نفل کی نیت سے صبح کو روزہ رکھ لینا بہتر ہے پھر اگر کہیں سے چاند کی خبر آگئی تو اسی نفل روزے سے رمضان کا فرض ادا ہو گیا اب اس کی قضا نہ رکھیں۔

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

مسئلہ 1: اگر روزہ دار بھول کر کچھ کھا لے یا پی لے یا بھولے سے خاوند و بیوی ہمبستر ہو جائیں تو ان کا روزہ نہیں گیا۔ اگر بھول کر پیٹ بھر کر بھی کھا پی لے تب بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر بھول کر کئی دفعہ کھا پی لیا تب بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

مسئلہ 2: ایک شخص کو بھول کر کچھ کھاتے پیتے دیکھا تو اگر وہ اس قدر طاقت ور ہے کہ روزہ سے زیادہ تکلیف نہیں ہوتی تو روزہ یاد دلا دینا واجب ہے اور اگر کوئی طاقت نہ رکھتا ہو کہ روزہ سے تکلیف ہوتی ہے تو اس کو یاد نہ دلاوے، کھانے دیوے۔

مسئلہ 3: تھوک نگلنے سے روزہ نہیں جاتا چاہے جتنا ہو۔

مسئلہ 4: اگر پان کھا کر خوب کلی غرغرہ کر کے منہ صاف کر لیا لیکن تھوک کی سرخی نہیں گئی تو اس کا کچھ حرج نہیں، روزہ ہو گیا۔

مسئلہ 5: ناک کو اتنے زور سے سُڑک لیا کہ حلق میں چلی گئی تو روزہ نہیں ٹوٹا اسی طرح منہ کی رال سُڑک کر نگل جانے سے روزہ نہیں جاتا۔

مسئلہ 6 : خون تھوک سے کم ہو اور خون کا مزہ حلق میں معلوم نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ 7: اگر زبان سے کوئی چیز چکھ کر تھوک دی تو روزہ نہیں ٹوٹا لیکن خواہ مخواہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ ہاں! اگر کسی کا شوہر بڑا بد مزاج ہو اور یہ ڈر ہو کہ اگر سالن میں نمک

وغیرہ درست نہ ہوا تو غصہ ہوگا، اس کو نمک چکھ لینا درست ہے اور مکروہ نہیں۔

مسئلہ 8: کسی چیز کو اپنے منہ سے چبا کر چھوٹے بچے کو کھلانا مکروہ ہے البتہ اگر اس کی ضرورت پڑے اور مجبوری و ناچاری ہو جائے تو مکروہ نہیں۔

مسئلہ 9: مسواک سے دانت صاف کرنا درست ہے چاہے سوکھی مسواک ہو یا تازی، اسی وقت کی توڑی ہوئی اگر نیم کی مسواک ہے اور اس کا کڑوا پن منہ میں معلوم ہوتا ہے تب بھی مکروہ نہیں۔

روزہ ٹوٹ جاتا ہے صرف قضاء لازم ہے / کفارہ نہیں:

مسئلہ 1: کسی نے زبردستی روزہ دار کے منہ میں کوئی چیز ڈال دی اور وہ حلق میں اتر گئی (روزہ فاسد ہو گیا قضاء واجب ہوتی ہے)

مسئلہ 2: روزہ یاد تھا اور کلی کرتے وقت بغیر ارادے کے پانی حلق میں اتر گیا۔

مسئلہ 3: اپنے آپ ہی قے آگئی تو روزہ نہیں گیا چاہے تھوڑی سی قے ہوئی یا زیادہ۔ البتہ اگر اپنے اختیار سے قے کی اور منہ بھر کے تھی تو روزہ جاتا رہا اور اگر اس سے تھوڑی ہو تو خود کرنے سے بھی نہیں گیا۔

مسئلہ 4: تھوڑی سی قے آئی پھر آپ ہی آپ حلق میں لوٹ گئی تب بھی روزہ نہیں ٹوٹا البتہ اگر قصداً لوٹا لیا تو روزہ ٹوٹ جاتا۔

مسئلہ 5: اگر کسی کو قے آگئی اور وہ یہ سمجھا کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا اس گمان پر پھر قصداً کھا لیا اور روزہ توڑ دیا تو بھی قضا واجب ہے کفارہ واجب نہیں۔

مسئلہ 6: دانتوں میں رہی ہوئی چیز کو زبان سے نکال کر نگل لیا جب کہ وہ چنے کے دانے کے برابر یا اس سے زیادہ ہو، اگر منہ سے نکال کر پھر نگل گیا تو چاہے چنے سے کم ہو یا زیادہ روزہ ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ 7: ناک میں ناس لینا۔

مسئلہ 8: دانتوں میں سے نکلا ہوا خون نگل گیا جب کہ خون تھوک سے زیادہ ہو۔

مسئلہ 9: بھول کر کچھ کھاپی لیا پھر یہ سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر جان بوجھ کر کھاپی لیا۔

مسئلہ 10: یہ سمجھ کر کے ابھی صبح صادق نہیں ہوئی سحری کھالی، پھر معلوم ہوا کہ صبح صادق کے بعد کھایا پیا تھا یعنی صبح صادق ہو چکی تھی۔

مسئلہ 11: ابر یا غبار کی وجہ سے یہ سمجھا کہ آفتاب غروب ہو چکا ہے روزہ افطار کر لیا بعد میں معلوم ہوا کہ ابھی دن باقی تھا۔

مسئلہ 12: رمضان المبارک کے علاوہ اور دنوں میں کوئی روزہ جان بوجھ کر توڑ دیا۔

مسئلہ 13: عورت نے روزہ جان بوجھ کر توڑ دیا پھر اسی دن حیض آگیا یا بیمار ہوگئی یا بے ہوشی آگئی۔

مسئلہ 14: کسی عورت کو دیکھا اور سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا ہے اور کھاپی لیا۔

مسئلہ 15: عورت کا شہوت کے ساتھ بوسہ لیا، چمٹ گیا، انزال ہو گیا تو روزے کی قضا واجب۔ حالت اکراہ میں روزہ توڑنے سے محض قضاء لازم کفارہ نہیں۔

مسئلہ 16: روزہ رکھنے کی صورت میں مرض کی شدت یا مدت مرض میں اضافے کا ظن غالب ہو تو توڑنا جائز ہے اور قضاء واجب ہے۔

مسئلہ 17: حلق کے اندر مکھی چلی گئی یا خود بخود دھواں چلا گیا یا گرد و غبار چلا گیا تو روزہ نہیں گیا البتہ اگر جان بوجھ کر ایسا کیا تو روزہ جاتا رہا۔

مسئلہ 18: لوبان (ایک قسم کی گوند جو آگ پر رکھنے سے خوشبو دیتا ہے) وغیرہ کوئی دھونی سلگائی پھر اس کو اپنے پاس رکھ کر سونگھا تو روزہ جاتا رہا۔

مسئلہ 19: کسی نے کنکری یا لوہے کا ٹکڑا وغیرہ کوئی ایسی چیز کھالی جس کو نہیں

کھایا کرتے اور نہ اس کو کوئی بطور دوا کے کھاتا ہے تو اس کا روزہ جاتا رہا لیکن اس پر کفارہ واجب نہیں۔

مسئلہ 20: روزے کے توڑنے سے کفارہ جب ہی لازم آتا ہے جب کہ رمضان شریف میں روزہ توڑ ڈالے رمضان شریف کے سوا اور کسی روزے کے توڑنے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا چاہے جس طرح توڑے اگرچہ وہ روزہ رمضان کی قضا ہی کیوں نہ ہو۔ البتہ اگر اس روزہ کی نیت رات سے نہ کی ہو یا روزہ توڑنے کے بعد اسی دن حیض آ گیا ہو تو اس کے توڑنے سے کفارہ واجب نہیں۔

مسئلہ 21: کوئلہ چبا کر دانت مانجھنا اور منجن (ٹوتھ پیسٹ) سے دانت مانجھنا مکروہ ہے اور اگر اس میں سے کچھ حلق میں اتر جائے تو روزہ جاتا رہے گا۔

مسئلہ 22: کسی نے بھولے سے کچھ کھالیا اور یوں سمجھا کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا اس وجہ سے پھر جان بوجھ کر کچھ کھایا تو اب روزہ جاتا رہا فقط قضا واجب ہے، کفارہ واجب نہیں۔

قضاء و کفارہ دونوں واجب ہیں:

مسئلہ 1: ایسی چیز جو غذا یا دوا کے طور پر لذت کے لیے استعمال کی جاتی ہے جان بوجھ کر کھا پی لی تو اس صورت میں قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔

مسئلہ 2: جان بوجھ کر روزہ کی حالت میں جماع (ہمبستری) کر لی۔

مسئلہ 3: سرمہ لگایا اور یہ سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر جان بوجھ کر کھا پی لیا۔

مسئلہ 4: مسواک کیا اور یہ سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر جان بوجھ کر کھا پی لیا۔

مسئلہ 5: غیبت کی اور پھر سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر جان بوجھ کر کھا پی لیا۔

مسئلہ 6: اگر کوئی مرد کسی عورت کو جماع (ہمبستری) پر مجبور کرے اور پیش قدمی مرد کی جانب سے ہو تو مرد پر قضاء و کفارہ دونوں واجب ہیں اور عورت پر صرف قضاء لازم

ہے، نیز ابتداء میں عورت راضی نہ ہو اور بعد میں راضی ہو جائے اس وقت بھی عورت پر صرف قضاء ہو گی، کفارہ نہیں۔

مسئلہ 7: عورت اگر کسی نابالغ بچے یا مجنون و پاگل سے صحبت کرائے تو عورت پر کفارہ لازم ہے۔

مسئلہ 8: عورت نے یہ جان کر کے آج مجھ کو حیض آئے گا روزہ توڑ دیا پھر حیض نہیں آیا تو قضاء اور کفارہ لازم ہے۔

مسئلہ 9 : اگر ایسی چیز کھالی یا پی لی جس کو لوگ کھایا کرتے ہیں یا کوئی ایسی چیز ہے کہ یوں تو نہیں کھاتے لیکن بطور دوا کے ضرورت کے وقت کھاتے ہیں تو بھی روزہ جاتا رہا اور قضاو کفارہ دونوں واجب ہیں۔

مسئلہ 10: روزے کی حالت میں حقہ پینے یا سگریٹ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور اگر یہ عمل جان بوجھ کر کیا ہو تو قضاو کفارہ دونوں لازم ہیں۔

نوٹ: قضاء کا مطلب یہ ہے کہ روزہ دوبارہ رکھے۔ اور کفارے کا مطلب یہ ہے کہ یا تو 60 مسکینوں کو کھانا کھلائے یا پھر لگاتار (بغیر ناغے کے) دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے۔ ان دو ماہ کے دوران اگر درمیان میں کوئی روزہ چھوڑ دیا تو دوبارہ پھر سے شروع کرے، البتہ عورت حیض کے دنوں میں روزہ نہیں رکھے گی حیض ختم ہونے کے بعد پھر سے شروع کر دے گی۔ اور حیض کی وجہ سے عورت کا تسلسل ختم نہیں ہو گا۔

ایک گزارش: علماء کرام / ائمہ مساجد / خطباء کرام رمضان المبارک میں لوگوں کو رمضان، روزہ، تلاوتِ قرآن، ذکر اذکار کے فضائل کے ساتھ ساتھ رمضان المبارک کے اہم مسائل تہجد، تراویح، وتر، لیلۃ القدر، قضائے عمری، صدقہ فطر اور زکوٰۃ وغیرہ بھی سمجھائیں۔

تراویح کے فضائل و مسائل

رمضان شریف کا مہینہ عالمِ روحانیت کا موسم بہار ہے۔ دن کو فرض روزہ رکھنا اور رات کو سنت تراویح ادا کرنا اس مبارک مہینہ کی مخصوص عبادات ہیں۔

حدیث مبارک میں ارشاد ہے:

شَهْرٌ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهٗ وَسَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهٗ۔

(سنن ابن ماجۃ: ص94، باب ما جاء فی قیام شہر رمضان)

ترجمہ: اس مہینہ کے روزے اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض فرمائے ہیں اور میں نے اس کے قیام (تراویح) کو تمہارے لیے سنت قرار دیا ہے۔

اس ماہِ مبارک کی برکات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس میں ایک نفل کا ثواب فرض کے برابر اور ایک فرض کا ثواب ستر فرائض کے برابر کر دیا جاتا ہے۔

(مشکوۃ المصابیح: ج1، ص173)

اس لیے ان مبارک گھڑیوں کو غنیمت سمجھا جائے اور ایک لمحہ بھی ضائع نہیں ہونے دینا چاہیے شائد آئندہ ہمیں یہ مقدس گھڑیاں نصیب ہوں یا نہ ہوں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ شَدَّ مِئْزَرَهٗ، ثُمَّ لَمْ يَأْتِ فِرَاشَهٗ حَتّٰى يَنْسَلِخَ۔

(شعب الایمان للبیہقی: ج3، ص310)

ترجمہ: جب رمضان کا مہینہ آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمر کَس لیتے اور اپنے بستر پر تشریف نہ لاتے، یہاں تک کہ رمضان گزر جاتا۔

لیکن جب رمضان کی آخری دس راتیں آتیں تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہے کہ: کَانَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَجْتَہِدُ فِی الْعَشْرِ۔الْأَوَاخِرِ مَا لاَ یَجْتَہِدُ فِی غَیْرِہَا۔

(صحیح مسلم: ج1، ص372، باب الاجتہاد فی العشر الاواخر الخ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری دس دنوں میں جو کوشش فرماتے وہ باقی دنوں میں نہ فرماتے تھے۔

نیز امت کو بھی اس مہینے میں عبادت کی ترغیب دیتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں: أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِیمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہِ۔

(صحیح بخاری: ج1، ص10، باب تطوع قیام رمضان من الایمان)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان میں ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے تراویح پڑھی تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں خود بھی بکثرت عبادت فرماتے تھے اور امت کو بھی بکثرت عبادت کی ترغیب دیتے تھے۔ اس لیے اس ماہ میں زیادہ سے زیادہ جتنی عبادت ہو سکے پوری ہمت اور کوشش سے کرنی چاہیے۔

قیام رمضان:

قیام رمضان (تراویح) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعت فرمایا۔ اسی پر حضرات خلفاءِ راشدین میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ائمہ مجتہدین و

حضرات مشائخ رحمہم اللہ عمل پیرا رہے، بلاد اسلامیہ میں چودہ سو سال سے اسی پر عمل ہوتا رہا ہے اور امت کا اسی پر اجماع ہے۔ آنے والے سطور میں اس کی وضاحت آ رہی ہے۔

لفظ تراویح:

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَالتَّرَاوِيحُ جَمْعُ تَرْوِيحَةٍ وَهِيَ الْمَرَّةُ الْوَاحِدَةُ مِنَ الرَّاحَةِ كَتَسْلِيمَةٍ مِنَ السَّلَامِ.

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج4 ص317)

ترجمہ: تراویح "ترویحہ" کی جمع ہے اور ترویحہ ایک دفعہ آرام کرنے کو کہتے ہیں، جیسے "تسلیمہ" ایک دفعہ سلام کرنے کو کہتے ہیں۔

تراویح کسے کہتے ہیں؟:

"ترویحہ" وہ نشست ہے جس میں کچھ راحت لی جائے۔ چونکہ تراویح کی چار رکعتوں پر سلام پھیرنے کے بعد کچھ دیر راحت لی جاتی ہے، اس لیے تراویح کی چار رکعت کو ایک "ترویحہ" کہا جانے لگا اور چونکہ پوری تراویح میں پانچ ترویحے ہیں، اس لیے پانچوں کا مجموعہ "تراویح" کہلاتا ہے۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سُمِّيَتِ الصَّلٰوةُ فِي الْجَمَاعَةِ فِي لَيَالِي رَمَضَانَ التَّرَاوِيحَ ؛ لِاَنَّهُمْ اَول ما اجتمعوا عليها كانوا يستريحون بين كل تسليمتين.

(فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج4، ص317)

ترجمہ: جو نماز رمضان کی راتوں میں باجماعت ادا کی جاتی ہے اس کا نام "تراویح" رکھا گیا ہے، اس لیے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہ پہلی بار اس نماز پر مجتمع ہوئے

تو وہ ہر دو سلام (چار رکعتوں) کے بعد آرام کیا کرتے تھے۔

تراویح سنت مؤکدہ ہے:

حضور علیہ السلام نے قیام رمضان کو سنت قرار دیا ہے جیسا کہ ابھی باحوالہ گزرا ہے۔ آپ علیہ السلام کے بعد حضرات خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اس پر مواظبت فرمائی جیسا کہ ہم اس کا بیان کریں گے، اور یہی مواظبت دلیل ہے کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں:

فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ۔

(سنن ابی داؤد: ج2، ص290، باب فی لزوم السنۃ)

ترجمہ: تم میری سنت کو اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین (رضی اللہ عنہم) کی سنت کو اپنے اوپر لازم پکڑو اور اسے مضبوطی سے تھام لو۔

اس حدیث مبارک میں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت پر لفظ "علیکم "(تم پر لازم ہے) اور عضوا علیہا بالنواجذ (مضبوطی سے تھام لو) سے عمل کرنے کی تاکید فرمائی اسی طرح حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت پر بھی عمل کرنے کی تاکید فرمائی جو کہ تراویح کے سنت موکدہ ہونے کی دلیل ہے۔

باجماعت نماز تراویح؛ تین راتیں:

آپ علیہ السلام سے تراویح کی جماعت صرف تین دن ثابت ہے، پورا مہینہ آپ علیہ السلام نے صحابہ رضی اللہ عنہ کو کوئی نماز نہ پڑھائی جیسا کہ احادیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔ چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ صُمْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- رَمَضَانَ فَلَمْ يَقُمْ بِنَا شَيْئًا مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى بَقِيَ سَبْعٌ فَقَامَ بِنَا حَتَّى ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَتِ السَّادِسَةُ لَمْ يَقُمْ بِنَا فَلَمَّا كَانَتِ الْخَامِسَةُ قَامَ بِنَا حَتَّى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ نَفَّلْتَنَا قِيَامَ هَذِهِ اللَّيْلَةِ. قَالَ فَقَالَ «إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا صَلَّى مَعَ الإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ حُسِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ». قَالَ فَلَمَّا كَانَتِ الرَّابِعَةُ لَمْ يَقُمْ فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ جَمَعَ أَهْلَهُ وَنِسَاءَهُ وَالنَّاسَ فَقَامَ بِنَا حَتَّى خَشِينَا أَنْ يَفُوتَنَا الْفَلاَحُ.... ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِنَا بَقِيَّةَ الشَّهْرِ.

(سنن ابی داؤد ج 1 ص 204، باب فی قیام شہر رمضان)

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے، آپ نے پورا مہینہ ہمیں رات میں نماز نہیں پڑھائی یہاں تک کہ سات دن باقی رہ گئے تو (تیئسویں رات میں) آپ نے ہمیں نماز پڑھائی یہاں تک کہ تہائی رات گزر گئی جب چھ دن رہ گئے تو نماز نہیں پڑھائی پھر جب پانچ دن رہ گئے تو نماز پڑھائی (یعنی پچیسویں رات میں) یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر آپ اس رات کے باقی حصے میں بھی ہمیں نفل پڑھادیتے تو کیا ہی اچھا ہوتا! آپ نے فرمایا: جب کوئی شخص امام کے ساتھ نماز (عشاء) پڑھے پھر اپنے گھر واپس جائے تو اسے پوری رات کے قیام کا ثواب ملے گا۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب چار دن باقی رہ گئے تو آپ نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی، جب تین دن باقی رہ گئے تو آپ نے اپنے گھر والوں، عورتوں اور دیگر لوگوں کو جمع کیا اور نماز پڑھائی (یعنی ستائیسویں رات) اتنی لمبی نماز پڑھائی کہ ہمیں اندیشہ ہونے لگا کہ ہم سے سحری رہ جائے گی، پھر باقی ایام بھی آپ نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی۔

تعدادِ رکعاتِ تراویح

دلیل نمبر 1:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ.

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج2 ص284 باب کم یصلی فِی رَمَضَانَ مِن رَکعۃٍ. المعجم الکبیر للطبرانی ج5 ص433 رقم 11934، المنتخب من مسند عبد بن حمید ص218 رقم 653، السنن الکبری للبیہقی ج2 ص496 باب مَارُوِیَ فِی عَدَدِ رَکَعَاتِ الْقِیَامِ فِی شَھْرِ رَمَضَانَ.)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔

فائدہ: اس کی سند حسن ہے، امت کے تلقی بالقبول کی وجہ سے صحیح شمار ہو گی۔

شبہ:

زئی صاحب غیر مقلد نے لکھا: "یہ حدیث موضوع و من گھڑت ہے"

(تعدادِ رکعات قیام رمضان: ص28)

اور یہ بات نقل کی: "وھو ضعیف-ھذا حدیث ضعیف" (ایضاً)

نیز اس کے ایک راوی ابراہیم بن عثمان پر جرح بھی کی ہے۔ یہی کچھ غلام مصطفی غیر مقلد نے لکھا ہے۔ (آٹھ رکعت نماز تراویح: ص6)

جواب نمبر 1:

اللہ تعالیٰ جناب کو فہم نصیب فرمائے۔ حدیث کے بارے میں نقل کیا کہ یہ ضعیف ہے اور حکم لگایا "موضوع و من گھڑت ہے" کیا ضعیف حدیث موضوع ہوتی ہے؟ [جبکہ زیرِ بحث حدیث درجۂ حسن کی ہے، اور مؤیدات کی وجہ سے قوی تر

ہے۔ تفصیل آگے آرہی ہے] اگر یہی اصول جناب کے ہاں مسلم ہے تو سننِ اربعہ اور دیگر کتبِ حدیث کی جن روایات کو محدثین ضعیف بتلاتے ہیں ان پر شوق سے "موضوع" کا حکم لگائیے۔ جناب کی جانب سے حدیث کی "عظیم خدمت" ہو گی۔

اولاً:۔۔ "ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ العنبسی" جن پر موصوف نے جرح کی ہے وہ اتنا بھی مجروح نہیں کہ اس کی روایت کو رد کر دیا جائے، بلکہ بعض محدثین سے اس کی تعدیل وتوثیق اور مدح وثناء بھی ثابت ہے۔

:1 امام شعبہ بن الحجاج م 160ھ نے ابوشیبہ سے روایت لی ہے۔

(تہذیب الکمال للمزی: ج1، ص268، تہذیب التہذیب: ج1 ص136)

اور غیر مقلدین کے ہاں اصول ہے کہ امام شعبہ اس راوی سے روایت لیتے ہیں جو ثقہ ہو اور اس کی احادیث صحیح ہوں۔

(القول المقبول فی شرح صلوۃ الرسول: ص386، نیل الاوطار: ج1 ص16)

اگر ابوشیبہ اتنا ضعیف راوی ہوتا جتنا منکرین فقہ کہتے ہیں تو پھر امام شعبہ ان سے روایت نہ لیتے۔

:2 امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ الاساتذہ حضرت یزید بن ہارون رحمہ اللہ، ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ کے زمانۂ قضاۃ میں ان کے کاتب تھے اور ان کے بڑے مداح تھے، فرماتے ہیں: "ماقضی علی الناس یعنی فی زمانہ اعدل فی قضاء منہ"

(تہذیب الکمال ج1 ص270)

ترجمہ: ابراہیم بن عثمان کے زمانۂ قضاء میں ان سے بڑھ کر کوئی قاضی نہیں ہوا۔

:3 امام ابن عدی فرماتے ہیں: لہ احادیث صالحۃ۔

(تہذیب الکمال ج1 ص270)

ترجمہ: ابوشیبہ کی احادیث درست ہیں۔

مزید فرماتے ہیں: وھو وإن نسبوہ إلی الضعف خیر من إبراھیم بن أبي حیة۔

(تہذیب الکمال ج1 ص270)

ترجمہ: لوگوں نے ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ کی طرف ضعیف ہونے کی نسبت کی ہے، لیکن یہ ابراہیم بن ابی حیہ سے بہتر ہے۔

اور ابراہیم بن ابی حیہ کے بارے میں امام یحیٰ بن معین فرماتے ہیں: شیخ، ثقة کبیر۔

(لسان المیزان ج1 ص53، رقم الترجمۃ 127)

ترجمہ: یہ شیخ ہیں اور بڑے ثقہ ہیں۔

تو جب ابراہیم بن ابی حیہ امام یحییٰ بن معین کے ہاں ثقہ ہے تو ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ حد درجہ ضعیف کیوں؟ اور اس کی حدیث موضوع و من گھڑت کیوں؟

ثانیاً:۔۔۔ ابراہیم بن عثمان پر کی گئی جروح میں سے بعض جروح مبہم و غیر مفسر ہیں اور بعض جروح غیر مقبول اور مردود بھی ہیں۔ مثلاً زئی صاحب نے لکھا ہے: ”اسے شعبہ نے جھوٹا کہا ہے۔“ (تعدادِ رکعات قیام رمضان: ص29)

حالانکہ علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر کی پوری عبارت سامنے رکھنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ امام شعبہ کی یہ جرح ناقابل قبول ہے۔ خود علامہ ذہبی کے ہاں بھی یہ جرح غلط ثابت ہوتی ہے۔ عبارت یہ ہے:

کذبہ شعبة لکونہ روی عن الحکم عن ابن ابی لیلیٰ انہ قال شھد صفین من اھل بدر سبعون فقال شعبة کذب واللہ لقد ذاکرت الحکم فما وجدنا شھد صفین احدا من اھل بدر غیر خزیمة ۔قلت: سبحان اللہ! اما شھدھا علی؟ اما شھدھا عمار؟

(میزان الاعتدال للذہبی: ج1 ص84)

ترجمہ: امام شعبہ نے ابراہیم بن عثمان کو جھوٹا اس وجہ سے کہا ہے کہ اس نے حکم سے روایت کی کہ ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ جنگ صفین میں ستر بدری صحابہ شامل تھے۔ شعبہ نے کہا: واللہ! ابراہیم بن عثمان نے تو جھوٹی بات کہی ہے۔میں نے خود امام حکم سے مذاکرہ کیا تو سوائے حضرت خزیمہ کے کسی کو اہل بدر سے نہیں پایا۔ میں (ذہبی) کہتاہوں: سبحان اللہ! کیا صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر نہ تھے؟ کیا صفین حضرت عمار رضی اللہ عنہ حاضر نہ تھے؟

اس تفصیل سے امام شعبہ کی تکذیب کی حقیقت واضح ہوگئی کہ انہوں نے تکذیب صرف اس وجہ سے کی تھی کہ ابراہیم نے حکم کے واسطے سے ابن ابی لیلیٰ کا یہ قول نقل کیاہے کہ صفین میں ستر بدری صحابہ شریک تھے۔تو اس سے ابراہیم کا جھوٹا ہونا کیسے ثابت ہوتاہے؟ بلکہ جھوٹ تو اس وقت ثابت ہوتا کہ جب شعبہ حکم کے پاس مذاکرہ کرنے گئے تو حکم سرے سے اس بیان کا انکار کردیتے لیکن حکم اس کا انکار نہیں کرتے، بلکہ مذاکرہ سے صرف ایک صحابی ثابت ہوا۔ معلوم ہوا کہ امام حکم نے بیان کیا تھا لیکن اب وہ ستر کا عدد ثابت نہ کرسکے۔ تو اس میں ابراہیم کا کیا قصور ہے؟! علاوہ ازیں علامہ ذہبی نے بھی امام شعبہ کے اس بیان کو یوں رد کردیا کہ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ بھی تو یقیناً شریک تھے۔تو پھر متعین ایک ہی کیسے ثابت ہوا؟ کم سے کم تین کہیے یعنی اس طرح اور تحقیق کرلیجیے، ممکن ہے اور نکل آئیں۔ معلوم ہوا کہ امام ذہبی کے نزدیک بھی شعبہ کی یہ جرح مردود ہے، لیکن علی زئی صاحب کی "دیانت" کو بھی داد دیجیے۔

ثالثاً:۔۔ ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ پر کچھ کلام بھی کیا گیا ہے اور اسے ضعیف بھی بتلایا گیاہے لیکن یہ اتنا بھی ضعیف نہیں کہ اس کی روایت کو مطلقاً ترک کردیا جائے بلکہ دیگر

مؤیدات کی وجہ سے (جن کا بیان آگے آرہاہے)یہ روایت اس قدر مستحکم وقوی ہوجاتی ہے کہ ضعیف کہہ کر جان چھڑانا ناممکن سی بات ہے۔چنانچہ محدث شہیر حضرت مولاناحبیب الرحمن اعظمی فرماتے ہیں:

”ابوشیبہ کی یہ حدیث چاہے اسناد کے لحاظ سے ضعیف ہو مگر اس لحاظ سے وہ بے حد قوی اور ٹھوس ہے کہ عہد فاروقی کے مسلمانوں کا علانیہ عمل اس کے موافق تھایاکم ازکم آخر میں وہ لوگ اسی پر جم گئے اور روایتوں سے حضرت علی کے زمانہ کے مسلمانوں کا عمل بھی اسی کے موافق ثابت ہوتاہے اور ہر چار ائمہ مجتہدین کے اقوال بھی اسی کے مطابق ہیں اور عہد فاروقی کے بعد سے ہمیشہ امت کا عمل بھی بلااضافہ یا اضافہ کے ساتھ اس کے موافق رہاہے۔ان باتوں کے انضمام سے ابوشیبہ کی حدیث اس قدر قوی ومستحکم ہوجاتی ہے کہ اس کے بعد اس کو ضعیف کہہ کر جان چھڑانا ناممکن سی بات ہوجاتی ہے“ (رکعات تراویح ص60)

جواب نمبر2:

اس روایت کو تلقی بالقبول حاصل ہے اور قاعدہ ہے کہ اگر کسی روایت کو تلقی بالقبول حاصل ہوجائے توروایت صحت کا درجہ پالیتی ہے۔

1: امام شافعیؒ (204ھ) فرماتے ہیں:

حدیث لا وصیة لوارث إنه لا یثبته أهل الحدیث ولکن العامه تلقته بالقبول وعملوا به حتی جعلوة ناسخا لآیة الوصیه له۔

(فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث للسخاوی ج1ص289)

ترجمہ: محدثین اس حدیث کو ثابت نہیں مانتے لیکن علماء نے اس کو قبول کرلیاہے اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں،حتیٰ کہ ان محدثین علماء نے اس حدیث کو آیت وصیت

کاناسخ قرار دیاہے۔

2: امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (911ھ) فرماتے ہیں:

قال بعضهم يحكم للحديث بالصحة اذا تلقاه الناس بالقبول وان لم يكن له اسناد صحيح.

(تدریب الراوی ص29)

ترجمہ: بعض محدثین کا موقف ہے کہ حدیث پر صحیح ہونے کا حکم اس وقت (بھی) لگایا جائے گا جب امت اس حدیث کو قبول کرلے، اگرچہ اس کی سند صحیح نہ ہو۔

3: حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

و ذهب بعضهم الى ان الحديث اذا تايد بالعمل ارتقى من حال الضعف الى مرتبة القبول. قلت: وهو الاوجه عندى.

(فیض الباری شرح البخاری: ج3، ص:409 کتاب الوصایا، باب الوصیۃ لوارث)

ترجمہ: بعض محدثین کی رائے یہ ہے کہ کسی حدیث کی تائید جب (امت کے) تعامل کے ساتھ ہو تو وہ درجہ ضعف سے درجہ قبولیت پا لیتی ہے۔ میں (علامہ کشمیری رحمہ اللہ) کہتا ہوں کہ یہی رائے میرے ہاں زیادہ پسندیدہ ہے۔

4: غیر مقلد عالم ثناء اللہ امرتسری نے اعتراف کیا: "بعض ضعف ایسے ہیں جو امت کی تلقی بالقبول سے رفع ہو گئے ہیں"

(اخبارِ اہل حدیث مورخہ 19 اپریل 1907 بحوالہ رسائلِ اعظمی ص331)

لہذا یہ روایت تلقی بالقبول ہونے کی وجہ سے یہ روایت صحیح و حجت ہے۔

جواب نمبر3:

حدیث مذکور کو ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ سے روایت کرنے والے چار محدثین ہیں:

1: یزید بن ہارون: (مصنف ابن ابی شیبۃ ج2ص284)

2: علی بن جعد: (المعجم الکبیر للطبرانی ج5ص433رقم11934)

3: ابو نعیم فضل بن دکین: (المنتخب من مسند عبد بن حمید ص218رقم653)

4: منصور بن ابی مزاحم: (السنن الکبری للبیھقی ج2ص496)

اور یہ چاروں حضرات ثقہ ہیں:

1: یزید بن ہارون: ثقہ، متقن۔ (تقریب التہذیب ص638)

2: علی بن جعد: ثقہ، صدوق۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی: ج10ص466)

3: ابو نعیم فضل بن دکین: ثقہ ثبت۔ (تقریب التہذیب ص475)

4: منصور بن ابی مزاحم: ثقہ۔ (تقریب التہذیب ص576)

ان ثقہ وعظیم محدثین کا ابراہیم بن عثمان ابو شیبہ سے بیس رکعت نقل کرنے میں متفق ہونا قوی تائید ہے کہ یہ حدیث ثابت وصحیح ہے ورنہ یہ ثقہ حضرات اس طرح متفق نہ ہوتے۔

دلیل نمبر2:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَةٍ فِیْ رَمَضَانَ فَصَلَّی النَّاسَ اَرْبَعَةً وَّعِشْرِیْنَ رَکْعَةً وَاَوْتَرَ بِثَلَاثَةٍ۔

(تاریخ جرجان للسہمی ص317، فی نسخۃ142)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں ایک رات تشریف لائے اور لوگوں کو چار (فرض) بیس رکعت (تراویح) اور تین وتر پڑھائے۔

فائدہ: اس حدیث کی سند حسن درجہ کی ہے۔اس روایت کو تلقی امت بالقبول

حاصل ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً خلفاء راشدین میں سے حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم، تابعین، ائمہ اربعہ اور مشائخِ امت رحمہم اللہ نے اس پر عمل فرمایا ہے اور بلادِ اسلامیہ و حرمین شریفین میں اسی بیس رکعت کا معمول رہا ہے۔ محدثین حضرات نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ تلقی امت بالقبول سے حدیث درجہ صحت کو پا لیتی ہے۔[حوالہ جات گزر چکے ہیں] لہذا یہ روایت درجہ صحیح کو پہنچ جاتی ہے۔

شبہ: اس میں دو راوی محمد بن حمید الرازی اور عمر بن ہارون البلخی ضعیف ہیں۔

جواب: یہ حسن الحدیث درجہ کے راوی ہیں۔

محمد بن حمید الرازی رحمۃ اللہ علیہ:(م248ھ)

آپ ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، کے راوی ہیں۔

(تہذیب التہذیب ج:5ص:547)

اگرچہ بعض محدثین سے جرح منقول ہے لیکن بہت سے جلیل القدر ائمہ محدثین نے آپ کی تعدیل و توثیق اور مدح بھی فرمائی ہے مثلاً:

1: امام احمد بن حنبل: وثقه(ثقہ قرار دیا)۔

(طبقات الحفاظ للسیوطی ج:1ص:40)

اور ایک بار فرمایا"لایزال بالری علم مادام محمد بن حمید حیاً"۔(جب تک محمد بن حمید زندہ ہیں مقام ری میں علم باقی رہے گا)

(تہذیب الکمال للمزی ج:8ص:652)

2: امام یحی بن معین: ثقة ،لیس به باس، رازی کیس[ثقہ ہے اس احادیث پر کوئی کلام نہیں، سمجھ دار ہے](ایضاً)

3: امام جعفر بن عثمان الطیالسی: ثقة۔ (تہذیب الکمال ج:8ص:653)

4: علامہ ابن حجر: الحافظ [حافظ ہے]۔ (تہذیب التھذیب ج:5ص:547)

5: علامہ ہیثمی ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: "وفی اسناد بزار محمد بن حمید الرازی وھو ثقة" [بزار کی سند میں محمد بن حمید الرازی ہے اور وہ ثقہ ہے]
(مجمع الزوائد ج:9ص:475)

چونکہ اس پر کلام ہے اور اس کی توثیق بھی کی گئی ہے، لہذا اصولی طور پر یہ حسن درجہ کا راوی ہے۔

عمر بن ہارون البلخی رحمۃ اللہ علیہ: (م294ھ)

آپ ترمذی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ بعض حضرات نے جرح کی ہے لیکن بہت سے ائمہ نے آپ کی تعدیل و توثیق اور مدح و ثناء میں یہ الفاظ ارشاد فرمائے ہیں:

"الحافظ، الامام، المکثر، عالم خراسان، من اوعیة العلم" [علم کا خزانہ تھے] کثیر الحدیث، وارتحل [حصول علم کے اسفار کئے] ثقة، مقارب الحدیث۔
(تذکرۃ الحفاظ للذہبی ج:1ص:249،248، سیر اعلام النبلاء ج:7ص:148 تا 152، تہذیب التہذیب ج:4ص:315 تا317)

لہذا اصولی طور پر آپ حسن الحدیث درجہ کے راوی ہیں۔

تنبیہ: راقم نے سہ ماہی مجلہ "قافلہ حق" ج:4ش:3 میں ایک تحقیقی مضمون "مسئلہ 20 تراویح۔۔۔ دلائل کی روشنی میں" تحریر کیا تھا بعض آل حدیث نے اپنے رسالے الحدیث ش76 میں نازیبا اور بازاری زبان استعمال کر کے اس پر لایعنی اعتراض کئے جن میں سے ایک اعتراض اس حدیث پر بھی تھا جس کا جواب ادارہ کی جانب سے اگلے شمارہ میں دے دیا گیا، افادۃً پیش خدمت ہے:

غیر مقلدین نے لکھا کہ: "گھمن نے ترجمہ میں بد دیانتی کی ہے۔ چار رکعت فرض کا اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے کیونکہ اس من گھڑت روایت سے چوبیس رکعات تراویح کا ثبوت ملتا تھا"۔ (الحدیث ش76ص33)

جائزہ:

حدیث مبارک کے متن میں الفاظ موجود ہیں[اربعة وعشرین رکعة واوتر بثلاثة]اس میں جماعت کے ساتھ ادا کی گئی مکمل نماز کا ذکر ہے اور یہ ہر وہ شخص سمجھتا ہے جو عقل کی نعمت سے محروم نہ کر دیا گیا ہو کہ رمضان المبارک میں امام پہلے با جماعت چار فرض اور پھر بیس رکعات تراویح اور آخر میں تین رکعات وتر پڑھاتا ہے۔

1: امام ابن بطال م449ھ نے حضرت عطاء بن ابی رباح سے "یصلون ثلاثا وعشرین رکعة" نقل کیا یعنی وہ حضرات 23 رکعات ادا فرماتے تھے اور پھر یوں وضاحت فرمائی" الوتر منها ثلاثا "کہ ان میں تین رکعات وتر ہے۔

(شرح البخاری لابن بطال ج3ص146)

2: امام ابن عبد البر م463ھ نے سائب بن یزید سے "وکان القیام علی عهده[یعنی علی عهد عمر]بثلاث وعشرین رکعة "یعنی حضرت عمر کے زمانہ مبارک میں 23رکعت ادا کی جاتی تھیں اور اس کے بعد فرماتے ہیں کہ" وهذا محمول علی ان الثلاث للوتر "یہ اس بات پر محمول ہے کہ تین رکعات وتر ہوتے تھے۔

(التمہید لابن عبد البر ج3ص519،الاستذکار لابن عبد البر ج2ص96ومثلہ فی عمدۃ القاری علی البخاری لحافظ العینی عن ابن عبدالبر ج8ص245)

3: امام ابن عبد البر نے ہی سیدنا ابن عباس سے مرفوعاً یہ الفاظ تخریج فرمائے ہیں کہ" کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة "کہ آپ رمضان میں بیس رکعات ادا

فرماتے تھے اس کے بعد فرماتے ہیں کہ وھذا ایضا سوی الوتر اور یہ وتر کے علاوہ کی نماز ہے۔ (التمہید لابن عبد البرج4ص519)

4: امام ابن حجرج852ھ نے سیدنا سائب بن یزید سے "عشرین رکعۃ" نقل فرمایا اور پھر یوں وضاحت فرمائی کہ وھذا محمول علی غیر الوتر اور یہ وتر کے علاوہ پر محمول ہے۔ (فتح الباری ج4ص321)

خلفاء راشدین اور تراویح:

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل کرنے لگے تھے، مختلف جماعتوں میں یا متفرق ہو کر الگ الگ ٹولیوں میں بٹ کر تراویح پڑھتے رہتے تھے۔ حضور علیہ السلام دیکھتے تھے لیکن کبھی اس پر ناپسندیدگی یا ناگواری کا اظہار نہیں کیا بلکہ پسندیدگی کا اظہار فرما کر رضامندی کی سند عطا فرمائی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ فرماتے ہیں:

خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- فَإِذَا أُنَاسٌ فِي رَمَضَانَ يُصَلُّونَ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ « مَا هَؤُلاَءِ ». فَقِيلَ هَؤُلاَءِ نَاسٌ لَيْسَ مَعَهُمْ قُرْآنٌ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يُصَلِّي وَهُمْ يُصَلُّونَ بِصَلاَتِهِ. فَقَالَ النَّبِيُّ -صلى الله عليه وسلم- « أَصَابُوا وَنِعْمَ مَا صَنَعُوا ». (سنن ابی داؤد ج1ص204، باب فی قیام شہر رمضان)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ مسجد کے ایک کونے میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا: یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ جواب دیا گیا کہ یہ لوگ حافظ قرآن نہیں ہیں اس لیے ابی بن کعب کی اقتداء میں نماز (تراویح) ادا کر رہے ہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے اچھا کیا اور صحیح کیا۔

اسی مضمون کی ایک دوسری روایت حضرت ثعلبہ بن ابی مالک القرظی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ:

قَالَ: «قَدْ أَحْسَنُوا، أَوْ قَدْ أَصَابُوا». وَلَمْ يَكْرَهْ ذَٰلِكَ لَهُمْ.

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج2 ص495)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے اچھا کیا یا یہ فرمایا کہ صحیح کیا اور یہ چیز آپ نے ان کے لیے ناپسند نہیں کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تمام انصار ومہاجرین نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کر لیا۔ آپ کے زمانہ خلافت میں بھی نماز تراویح کا وہی سلسلہ جاری رہا جو عہد نبوی کے آخری ایام میں موجود تھا یعنی انفرادی یا متفرق جماعتوں کی صورت میں۔ چنانچہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ثُمَّ كَانَ الْأَمْرُ عَلَى ذَٰلِكَ فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا۔

(صحیح البخاری: ج1 ص269، باب فضل من قام رمضان)

ترجمہ: عہد نبوی والا یہ معاملہ خلافت صدیقی رضی اللہ عنہ اور عہد فاروقی رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور تک اسی طرح قائم رہا۔

یعنی عہد صدیقی میں نہ مستقل طور پر باجماعت قیام رمضان تھا اور نہ متفرق جماعتوں میں رکعتوں کی کوئی تعیین۔ وجہ یہ تھی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے مختصر دور خلافت میں ارتداد، جھوٹے نبیوں اور مانعین زکوۃ وغیرہ جیسے فتنوں سے نبرد آزما ہونا پڑا، اس لیے اس امر کی طرف باقاعدہ توجہ نہ دی جا سکی۔

باجماعت تراویح کا اہتمام:

22 جمادی الثانی 13ھ کو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سفر آخرت

اختیار فرمایا اورانہی کے انتخاب پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی۔ تقریباً دوماہ بعد رمضان المبارک آگیا۔ اس موقع پر آغاز رمضان میں آپ رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عکیم الجھنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ماہ رمضان کی اول شب نماز مغرب کے بعد حضرت عمر نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے فرمایا: فان ھذا الشھر کتب علیکم صیامہ، ولم یکتب علیکم قیامہ، فمن استطاع منکم ان یقوم فلیقم فانھا نوافل الخیر فمن لم یستطع فلینم علی فراشہ۔

(مصنف عبدالرزاق: ج4ص204، باب قیام رمضان)

ترجمہ: یہ وہ مہینہ ہے جس کے روزے تم پر فرض کیے گئے ہیں لیکن اس کا قیام تم پر فرض نہیں کیا گیا۔ پس تم میں سے جو قیام کی طاقت رکھتا ہے وہ قیام کرے کیونکہ یہ نوافل خیر ہیں اور جو قیام کی طاقت نہ رکھے وہ بستر پر نیند کرے۔

گویا خلافت فاروقی کے آغاز میں نماز تراویح کی سابقہ کیفیت برقرار تھی اوراس کا درجہ نوافل یا استحبابی سنت کا رہا، لیکن اگلے سال فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے باجماعت تراویح کے لیے سرکاری حکم جاری فرمادیا۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن عبدالقاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک کی ایک رات کو میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کی جانب نکلا، دیکھا کہ لوگ متفرق ٹولیوں کی صورت میں نماز پڑھ رہے تھے۔

فَقَالَ عُمَرُ إِنِّي أَرَى لَوْ جَمَعْتُ هَؤُلَاءِ عَلَى قَارِءٍ وَاحِدٍ لَكَانَ أَمْثَلَ ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةً أُخْرَى وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ قَارِئِهِمْ قَالَ عُمَرُ نِعْمَ الْبِدْعَةُ هَذِهِ

(صحیح البخاری: ج1ص269، باب فضل من قام رمضان)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں ان کو ایک امام پر جمع کر دوں تو بہتر ہو گا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا پختہ ارادہ کرلیا۔ کچھ دن بعد آپ نے لوگوں کو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں جمع کر دیا۔ اس کے بعد ایک رات ہم نکلے تو لوگ مسجد میں ایک امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اچھا طریقہ ہے۔

سابقہ صفحات میں واضح ہوا کہ باجماعت تراویح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تین دن پڑھائی، اس پر مداومت نہ فرمائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اول شخص ہیں جنہوں نے باقاعدہ باجماعت قیام رمضان کا اجراء فرمایا۔

تراویح کے "سنت فاروقی" ہونے کا مطلب:

نماز تراویح کو "سنت فاروقی" اس لیے کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے باقاعدہ جماعت کا اہتمام کیا اور پورا مہینہ اس کی ادائیگی کا حکم فرمایا چنانچہ علامہ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی لکھتے ہیں:

وفی الاوائل للعسکری: اول من سن قیام رمضان عمر سنة اربع عشرة۔

(الحاوی للفتاوی: ج1، ص336)

ترجمہ: علامہ عسکری کی کتاب "الاوائل" میں ہے کہ رمضان کی جماعت کا باقاعدہ قیام حضرت عمر نے سن چودہ ہجری میں جاری فرمایا۔

حضرت ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

ان عمر بن الخطاب اول من جمع الناس علی قیام شهر رمضان الرجال علی ابی بن کعب والنساء علی سلیمان بن ابی حثمة۔

(الحاوی للفتاوی ج1 ص336، السنن الکبری للبیھقی ج2 ص494)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب پہلے شخص ہیں جنہوں نے لوگوں کو قیام رمضان یعنی تراویح پر مجتمع فرمایا چنانچہ مردوں کا امام حضرت ابی بن کعب اور عورتوں کا امام حضرت سلیمان بن ابی حثمہ کو بنایا۔

الحاصل نفس تراویح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے اور اس کا باقاعدہ قیام اور باجماعت جاری کرنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سنت ہے۔

ایک سوال اوراس کا جواب:

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو تین دن جماعت تراویح کروائی ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوراماہ اس کا اہتمام کیوں کروایا ہے؟

جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوراماہ اسے اس لیے باجماعت ادا نہیں فرمایا تاکہ یہ امت پر فرض نہ ہو جائے اورامت اس کی ادائیگی سے عاجز آکر گنہگار نہ ہو۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابت روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خَشِيتُ أَنْ يُكْتَبَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ كُتِبَ عَلَيْكُمْ مَا قُمْتُمْ بِهِ۔

(سنن النسائی: ج1 ص237، باب الحث علی الصلاۃ فی البیوت الخ)

ترجمہ: مجھے اس بات کا ڈر ہوا کہ یہ نماز کہیں تم پر فرض نہ ہو جائے، اگر فرض ہو جائے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اسے ادا نہ کر سکو۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو سلسلہ وحی بھی بند ہو گیا۔ اب اس کے فرض ہونے کا احتمال بھی ختم ہو گیا تو اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منشاء نبوت کو سامنے رکھتے ہوئے پورامہینہ اس کے باقاعدہ اہتمام کا حکم دیا۔ چنانچہ علامہ

ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: استنبط عمر ذلك من تقرير النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صلی معہ فی تلك اللیالی وأن کان کرہ ذلك لھم فإنما کرھہ خشیة أن یفرض علیھم ... فلما مات النبی صلی اللہ علیہ وسلم حصل الأمن من ذلك ورجح عند عمر ذلك ... وإلی قول عمر جنح الجمھور۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج4ص320)

ترجمہ: صحابہ آپ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے اورآپ ناپسندیدگی کے باوجود منع نہیں فرمارہے تھے وجہ اس ناپسندیدگی کی یہ تھی کہ کہیں یہ نماز ان پر فرض نہ ہو جائے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو اس کے فرض ہونے کا خوف نہ رہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں یہی بات راجح ٹھہری کہ تراویح کے باجماعت پڑھنے کا باقاعدہ اہتمام کیاجائے اور جمہور حضرات نے آپ کی بات کو قبول کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تعدادِ رکعاتِ تراویح:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کی تراویح کی تعداد رکعت بیان کرنے والے چھ حضرات ہیں۔ یہ تمام حضرات بیس رکعات ہی روایت کرتے ہیں (مضطرب وضعیف روایات کا کوئی اعتبار نہیں) ذیل میں روایات پیش خدمت ہیں:

1: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ:

عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اَنَّ عُمَرَ اَمَرَ اُبَيًّا اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ فِيْ رَمَضَانَ فَقَالَ اِنَّ النَّاسَ يَصُوْمُوْنَ النَّهَارَوَ لَايُحْسِنُوْنَ اَنْ يَّقْرَأُ وْا فَلَوْقَرَأْتَ الْقُرْآنَ عَلَيْهِمْ بِاللَّيْلِ فَقَالَ: يَااَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! هٰذَا شَيْئٌ لَمْ يَكُنْ. فَقَالَ: قَدْعَلِمْتُ وَلٰكِنَّهٗ اَحْسَنُ. فَصَلّٰى بِهِمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً.

(مسند احمد بن منیع بحوالہ اتحاف الخیرۃ المھرۃ ج2ص424 باب فی قیام رمضان)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ میں رمضان شریف کی رات میں نماز (تراویح) پڑھاؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور (رات) قرأت (قرآن) اچھی نہیں کرتے۔ تو قرآن مجید کی رات کو تلاوت کرے تو اچھا ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اے امیر المومنین! یہ تلاوت کا طریقہ پہلے نہیں تھا۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں جانتا ہوں لیکن یہ طریقہ تلاوت اچھا ہے“ تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعات نماز (تروایح) پڑھائی۔

فائدہ: اس روایت کی سند صحیح اور راوی ثقہ ہیں۔

اعتراض:

آل حدیث نے لکھا: ”یہ روایت اتحاف الخیرۃ المہرۃ للبوصیری میں بغیر کسی سند کے احمد بن منیع کے حوالے مذکور ہے۔ سرفراز صفدر دیوبندی لکھتے ہیں کہ ”بے سند بات حجت نہیں ہو سکتی۔“ (مقدار رکعات قیام رمضان ص74)

غلام مصطفیٰ ظہیر غیر مقلد نے بازاری زبان استعمال کرتے ہوئے لکھا: ”بے سند روایات وہی پیش کرتے ہیں جنکی اپنی کوئی سند نہ ہو۔“

(آٹھ رکعت نماز تراویح ص8)

جواب:

اللہ تعالی جناب کو اخلاق حسنہ عطا فرمائے، الاحادیث المختارہ للمقدسی میں یہ روایت سند کے ساتھ موجود ہے۔ جناب کی ”تسلی“ کے لئے سند پیشِ خدمت ہے:

أخبرنا أبو عبدالله محمود بن أحمد بن عبدالرحمن الثقفي بأصبهان أن

سعيد بن أبي الرجاء الصيرفي أخبرهم قراءة عليه أنا عبدالواحد بن أحمد البقال أنا عبيدالله بن يعقوب بن إسحاق أنا جدی إسحاق بن إبراهيم بن محمد بن جميل أنا أحمد بن منيع أنا الحسن بن موسى نا أبو جعفر الرازی عن الربيع بن أنس عن أبي العالية عن أبي بن كعب أن عمر أمر أبيا أن يصلی بالناس فی رمضان الحديث

[الاحادیث المختارۃ للمقدسی ج3ص367رقم 1161]

تنبیہ:۔۔۔علامہ ابن تیمیہ حضرت ابی بن کعب کے بیس رکعت پڑھانے کو ثابت مانتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

"قد ثبت ان ابی بن كعب كان يقوم بالناس عشرين ركعة ويوتر بثلاث فرأى اكثر من العلماء ان ذلك هو السنة لانه قام بين المهاجرين والانصار ولم ينكره منكر"۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ قدیم ص186 / ج1، فتاویٰ ابن تیمیہ جدید ص112ج23)

ترجمہ: یہ بات ثابت ہے کہ حضرت ابی بن کعب لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔ اس لئے علماء کی اکثریت کی رائے میں بیس ہی سنت ہیں کیونکہ حضرت ابی بن کعب نے بیس رکعت مہاجرین اور انصار صحابہ کے سامنے پڑھی ہیں اور کسی نے بھی (بیس تراویح کے سنت ہونے کا) انکار نہیں کیا۔

(بحوالہ تجلیات صفدر ج3ص317تا318)

2:حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ:

1: عَنْ يَزِيْدِ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً وَإِنْ كَانُوا لَيَقْرَءُونَ بِالْمِئِينِ مِنَ الْقُرْآنِ،

(مسند ابن الجعد ص413رقم الحدیث 2825)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام حضرت عمر

رضی اللہ عنہ [اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ] کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے اور قاری صاحب سو سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے۔

فائدہ: اس روایت کی سند بخاری کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

2: عن یزید بن خصیفة عنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیدَ قَالَ: کَانُوا یَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً وَكَانُوا يَقْرَءُونَ بِالْمِئِينِ، وَكَانُوا يَتَوَكَّئُونَ عَلَى عُصِيِّهِمْ فِي عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ.

(السنن الکبری للبیہقی ج2 ص496 باب مَارُوِیَ فِی عَدَدِ رَکَعَاتِ الْقِیَامِ فِی شَھْرِ رَمَضَانَ)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ صحابہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ [اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ] کے زمانہ میں [صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باجماعت] بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے اور قاری صاحب سو سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور لوگ لمبے قیام کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں لاٹھیوں کا سہارا لیتے۔

فائدہ: اس روایت کی سند بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

3: روی مالك من طریق یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید عشرین رکعة۔

(نیل الاوطار للشوکانی ج2 ص514)

ترجمہ: امام مالک نے یزید بن خصیفہ کے طریق سے سائب بن یزید سے روایت کی ہے کہ (عہد فاروقی میں) بیس رکعت تراویح تھیں۔

تنبیہ: یہ طریق صحیح البخاری ج1 ص312 پر موجود ہے۔

4: عن السائب بن یزید قال...القیام علی عهد عمر ثلاثة وعشرین رکعة۔

(مصنف عبد الرزاق ج4 ص201، حدیث نمبر 7763)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں تین رکعت (وتر) اور بیس رکعت (تراویح) پڑھی جاتی تھی۔

5: عن السائب بن یزید قال: کنا نقوم فی زمان عمر بن الخطاب بعشرین رکعۃ والوتر۔ (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج2 ص305 باب قیام رمضان رقم الحدیث 1365)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر کے زمانے میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔

تصحیح روایت سائب بن یزید:

1: امام نووی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ (مرقات ج2 ص194)

2: علامہ نیموی نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے (التعلیق الحسن علی آثار السنن ص222)

بعض شبہات کا ازالہ:

بعض لوگوں نے اس پر مضحکہ خیز شبہات کئے ہیں مثلاً:

1: اس روایت میں قیام کرنے والوں کا تعارف نامعلوم ہے۔۔۔ ان لوگوں کے نام بتائیں۔۔۔ وغیرہ وغیرہ۔ (تعداد رکعات قیام رمضان: ص77، 78)

جواب: روایت میں واضح موجود ہے کہ یہ لوگ حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے دور کے لوگ ہیں۔ ظاہر ہے یہ صحابہ و تابعین ہی ہیں، کوئی غیر مسلم نہیں۔ کیونکہ معرفۃ السنن للبیہقی میں ہے کہ سائب بن یزید خود فرماتے ہیں:

"کنا نقوم فی زمان عمر بن الخطاب" [حوالہ سابقہ]

کہ "ہم" حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں الخ اور سائب بن یزید صغار صحابہ میں سے ہیں۔ (تقریب التہذیب: ص263)

جو اپنے ہم عصر اصحاب یعنی کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم

اللہ کی تراویح کا ذکر فرمارہے ہیں۔ اگر بعض الناس کو حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ اور اس دور کے دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا تعارف نہ ہو اپنی "تحقیق" کو داد دیں اور اس اثر صحیح پر لایعنی اعتراض سے باز رہیں۔

2: آل حدیث نے لکھا: یہ روایت شاذ ہے۔ (تعداد رکعات قیام ص16)

جواب: آل حدیث کا یہ قول بلا دلیل ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ سائب بن یزید کا یہ اثر شاذ نہیں اس لیے کہ یہ ابی بن کعب، یزید بن رومان، عبد العزیز بن رفیع، یحی بن سعید، محمد بن کعب القرظی کی روایات کے مطابق ہے جن میں بیس رکعات کا ذکر ہے۔ (تفصیل آگے آرہی ہے)

3: حضرت محمد بن کعب القرظی رحمۃ اللہ علیہ:

قال محمد بن کعب القرظی کان الناس یصلون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان عشرین رکعۃ۔ (قیام اللیل للمروزی ص157)

ترجمہ: محمد بن کعب القرظی (جو جلیل القدر تابعی ہیں) فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بیس رکعت (تراویح) پڑھتے تھے۔

شبہ: یہ روایت مرسل و منقطع ہے، کیونکہ محمد بن کعب القرظی کی حضرت عمر بن الخطاب سے ملاقات ثابت نہیں۔

جواب: محمد بن کعب القرظی [م120ھ] خیر القرون کے ثقہ محدث ہیں۔

(تقریب التھذیب ص534)

جمہور محدثین خصوصاً احناف و موالک کے ہاں خیر القرون کا ارسال وانقطاع مضر صحت نہیں۔ (قواعد فی علوم الحدیث للعثمانی ص138 وغیرہ)

پس روایت صحیح و قابل استدلال ہے۔

4: حضرت یزید بن رومان رحمۃ اللہ علیہ:

عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ أَنَّهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ رَكْعَةً۔

(موطا امام مالک: ص98)

ترجمہ: یزید بن رومان کہتے ہیں کہ لوگ (صحابہ و تابعین) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تیئس رکعتیں پڑھتے تھے (بیس تراویح اور تین وتر)

اس حدیث کی سند بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

شبہ:

بعض غیر مقلدین شبہ کرتے ہیں کہ یزید بن رومان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا، اس لئے یہ سند منقطع ہے۔ (تعداد رکعات قیام رمضان ص77)

جواب نمبر 1:

یہ اثر موطا امام مالک (ص98) میں موجود ہے اور موطا امام مالک کے متعلق محدثین کی رائے یہ ہے:

قال الشافعي : أصح الكتب بعد كتاب الله موطأ مالك ، واتفق أهل الحديث على أن جميع ما فيه صحيح على رأي مالك ومن وافقه ، وأما على رأي غيره فليس فيه مرسل ولا منقطع إلا قد اتصل السند به من طرق أخرى ، فلا جرم أنها صحيحة من هذا الوجه ، وقد صنف في زمان مالك موطآت كثيرة في تخريج أحاديثه ووصل منقطعه ، مثل كتاب ابن أبي ذئب وابن عيينة والثوري ومعمر ۔

(حجۃ اللہ البالغۃ: ص281، باب طبقات کتب الحدیث)

ترجمہ: امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح کتاب موطا

امام مالک ہے اور محدثین کا اتفاق ہے کہ اس میں جتنی روایتیں ہیں سب امام مالک اور ان کے موافقین کی رائے پر صحیح ہیں۔(اس لئے کہ وہ لوگ مرسل کو بھی صحیح ومقبول مانتے ہیں)اور دوسروں کی رائے پر اس میں کوئی مرسل یا منقطع ایسا نہیں ہے کہ دوسرے طرق سے اس کی سند متصل نہ ہو، اور امام مالک کے زمانے میں موطا کی حدیثوں کی تخریج کے لیے اور اس کے منقطع کو متصل ثابت کرنے کے لیے بہت سے موطا تصنیف ہوئے جیسے ابن ابی ذئب، ابن عیینہ، ثوری اور معمر کی کتابیں۔

پس لاعلم لوگوں کا اعتراض باطل ہے۔

جواب نمبر2:

یزید بن رومان م130ھ ثقہ راوی ہیں۔(تقریب التہذیب ص632)

اور پہلے وضاحت سے گزر چکا ہے کہ خیر القرون کا انقطاع وارسال عند المحدثین خصوصاً احناف ومالکیہ کے ہاں صحت حدیث کے منافی نہیں۔پس روایت صحیح وقابل استدلال ہے۔پس اعتراض باطل ہے۔

جواب نمبر3:

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وقال الشافعي: يُقْبَلُ إن اعْتَضَد بمجيئه مِن وجهٍ آخرَ يُبايِنُ الطريقَ الأُولى، مسنَداً أو مرسَلاً۔

(نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر: ص101)

ترجمہ: امام شافعی فرماتے ہیں کہ مرسل کی تائید جب کسی دوسرے طریق سے ہو جائے جو طریق اول کے مباین ہی کیوں نہ ہو تو مقبول ہوتی ہے چاہے وہ دوسرا طریق مسند ہو یا مرسل۔

اور یزید بن رومان کے اثر کو دیگر کئی مرسلوں سے تائید حاصل ہے (جن کا بیان آگے آرہا ہے) پس یہ اثر بالاتفاق مقبول ہے۔

5: حضرت یحیٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ:

عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَمَرَ رَجُلاً يُصَلِّي بِهِمْ عِشْرِينَ رَكْعَةً.

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ج2 ص285، باب کم یصلی فی رمضان من رکعۃ)

ترجمہ: یحیی بن سعید کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھائے۔

شبہ: بعض آل حدیث نے لکھا: یحی بن سعید نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہیں پایا، لہذا یہ روایت منقطع ہے۔

(ملخصاً مقدار قیام رمضان ص76)

جواب: امام یحی بن سعید م144ھ خیر القرون کے ثقہ و نیک محدث ہیں۔

(تقریب التہذیب ص622)

اور پہلے وضاحت سے گزر چکا ہے کہ خیر القرون کا انقطاع و ارسال عند الجمہور خصوصاً عند الاحناف صحت حدیث کے منافی نہیں۔ پس اثر صحیح ہے۔

6: حضرت عبد العزیز بن رفیع رحمۃ اللہ علیہ:

آپ رحمہ اللہ مشہور تابعی ہیں۔ حضرت انس، حضرت ابن زبیر، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر اور دیگر صحابہ کے شاگرد ہیں، صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

(تہذیب التہذیب: ج4 ص189، 190)

آپ فرماتے ہیں: كَانَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فِي

رَمَضَانَ بِالْمَدِينَةِ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج2ص285 کم یصلی فی رمضان من رکعۃ)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

اس کی سند صحیح ہے اور تمام راوی ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

فائدہ: مشہور قول کے مطابق حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی وفات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی۔ (تہذیب التہذیب:ج1ص178)

گویا عبد العزیز بن رفیع نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کی تراویح کو ذکر کیا ہے، اس لیے ہم ان کی روایت اس باب میں لائے ہیں۔

شبہ: بعض غیر مقلدین نے لکھا: عبد العزیز بن رفیع کی حضرت ابی بن کعب سے ملاقات ثابت نہیں، لہذا یہ روایت منقطع ہے۔

جواب: امام عبد العزیز بن رفیع م130ھ صحاح ستہ کے راوی ہیں اور خیر القرون کے ثقہ راوی ہیں۔ (تقریب التہذیب ص389)

اور جمہور محدثین خصوصاً عند الاحناف خیر القرون کا ارسال وانقطاع مضر صحت نہیں۔ (تفصیل گزر چکی ہے) پس اعتراض باطل ہے اور روایت ٹھیک ہے۔

7: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ:

عن الحسن ان عمر بن الخطاب جمع الناس علی ابی بن کعب فی قیام رمضان فکان یصلی بهم عشرین رکعة۔ (سنن ابی داؤد ج1ص211 باب القنوت فی الوتر)

ترجمہ: حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب کی امامت پر جمع فرمایا۔ وہ لوگوں کو بیس رکعت نماز تراویح

پڑھاتے تھے۔

فائدہ: اس روایت کے راوی ثقہ ہیں۔

شبہ:

بعض لوگوں نے لکھا: "عشرین رکعۃ" کے الفاظ دیوبندی تحریف ہے۔
محمود الحسن دیوبندی (1268-1339) نے یہ تحریف کی ہے، "عشرین لیلۃ" بیس راتیں کی بجائے "عشرین رکعۃ" بیس رکعتیں کر دیا۔ (آٹھ رکعت نماز تراویح ص9)
بعض نے یوں لکھا: یہ بات سفید جھوٹ ہے۔ (مقدار رکعات قیام رمضان ص30)

جواب:

اولاً:۔۔۔ حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ ایک غیر مقلد سلطان محمود جلالپوری کے جواب میں فرماتے ہیں: "ابو داؤد کے دو نسخے ہیں، بعض نسخوں میں عشرین رکعۃ اور بعض میں عشرین لیلۃ ہے۔ جس طرح قرآن پاک کی دو قرأتیں ہوں تو دونوں کو ماننا چاہیے، ہم دونوں نسخوں کو تسلیم کرتے ہیں، لیکن حیلہ بہانے سے انکار حدیث کے عادی سلطان محمود جلالپوری نے اس حدیث کا انکار کر دیا اور الٹا الزام علماء دیوبند پر لگا دیا۔"
(تجلیات صفدر ج3 ص316)

ثانیاً:۔۔۔ جلیل القدر محدثین و محققین نے اس روایت کو نقل کیا اور "عشرین رکعۃ" ہی نقل کیا ہے، مثلاً:

1: علامہ ذہبی نے ابو داؤد کے حوالے سے "عشرین رکعۃ" نقل کیا۔
(سیر اعلام النبلاء ج3 ص176، 177، تحت ترجمہ ابی بن کعب رقم الترجمہ:223)

2: علامہ ابن کثیر۔ (جامع المسانید والسنن ج1 ص55)

3: الشیخ محمد علی الصابونی۔ (الهدی النبوی الصحیح فی صلوۃ التراویح ص56)

4: شیخ الہند مولانا محمود حسن۔ (سنن ابی داؤد بتحقیق شیخ الہند ج1 ص211)

5: نسخہ مطبوع عرب۔ (ص1429 بحوالہ تجلیات صفدر ج3 ص316)

یہ 5 حوالہ جات لاعلم لوگوں کو چپ کرانے کے لیے کافی ہیں۔

فائدہ : حضرت عمر کے زمانے میں پڑھی جانے والی تراویح کے چھ راوی گزر چکے ہیں جو "عشرین رکعة" نقل کرتے ہیں، یہ زبردست تائید ہے کہ "عشرین رکعة" والا نسخہ ابی داؤد بھی صحیح و ثابت ہے۔

خلاصہ روایات:

ان روایات سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قولاً، فعلاً اور تقریراً بیس رکعت تراویح پر مواظبت ثابت ہوگئی اور یہ عمل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تمام مہاجرین اور انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں شروع فرمایا جس کا کسی نے بھی انکار نہیں کیا۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: قد ثبت ان ابی بن کعب کان یقوم بالناس عشرین رکعة فی قیام رمضان ویوتر بثلاث فرای کثیر من العلماء ان ذلك هو السنة لانه اقامه بين المهاجرين والانصا، ولم ينكره منكر۔

(فتاوی ابن تیمیہ ج23 ص122)

ترجمہ: یہ بات ثابت ہے کہ حضرت ابی بن کعب لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے اس لیے علماء کی اکثریت کی رائے میں بیس ہی سنت ہیں کیونکہ حضرت ابی بن کعب نے مہاجرین اور انصار کو بیس ہی پڑھائیں۔ اور کسی نے بھی (بیس تراویح کے سنت ہونے کا) انکار نہیں کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے تعدادِ رکعاتِ تراویح:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی تراویح بیس رکعت ہی

پڑھی جاتی تھی، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں تھی۔ قراء حضرات دو دو سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور مقتدی شدت قیام کی وجہ سے تھک جاتے اور لاٹھیوں کا سہارا لیتے۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً وَكَانُوا يَقْرَءُونَ بِالْمِئِينِ، وَكَانُوا يَتَوَكَّؤُنَ عَلَى عُصِيِّهِمْ فِي عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ.

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج2 ص496 باب مَارُوِيَ فِي عَدَدِ رَكَعَاتِ الْقِيَامِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ (اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کے زمانہ میں (صحابہ کرام باجماعت) بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے اور قاری صاحب سو سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور لوگ لمبے قیام کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں لاٹھیوں کا سہارا لیتے۔

فائدہ: اس روایت کی سند بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

اس سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بیس رکعت تراویح پر عمل ثابت ہوتا ہے نیز حضرات خلفاء خود بھی لوگوں کے ساتھ شریک ہو کر تراویح ادا کرتے۔ چنانچہ فقہ مالکی کی مشہور کتاب المدونۃ الکبریٰ میں تصریح ہے: ان عمر وعثمان کانا یقومان فی رمضان مع الناس فی المسجد۔ (ج1 ص194)

ترجمہ: حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما رمضان المبارک میں لوگوں کے ساتھ ہی باجماعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے تعدادِ رکعاتِ تراویح:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بھی تراویح بیس رکعت ہی

پڑھی جاتی تھی۔ اس تراویح کو روایت کرنے والے تین حضرات ہیں۔ ان کی مرویات پیشِ خدمت ہیں:

1: حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ:

رَوَی الْإِمَامُ الْحَافِظُ زَیْدُ بْنُ عَلِیِّ الْهَاشِمِیُّ فِیْ مُسْنَدِهٖ كَمَا حَدَّثَنِیْ زَیْدُ بْنُ عَلِیٍّ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ عَلِیٍّ اَنَّهٗ اَمَرَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ صَلَاةَ الْقِیَامِ فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ اَنْ یُّصَلِّیَ بِهِمْ عِشْرِیْنَ رَكْعَةً یُّسَلِّمُ فِیْ كُلِّ رَكْعَتَیْنِ وَیُرَاوِحَ مَابَیْنَ كُلِّ اَرْبَعِ رَكْعَاتٍ۔ (مسند الامام زید ص159،158)

ترجمہ: امام زید اپنے والد امام زین العابدین رحمہ اللہ سے وہ اپنے والد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جس امام کو رمضان میں تراویح پڑھانے کا حکم دیا اسے فرمایا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھائے، ہر دو رکعت پر سلام پھیرے، ہر چار رکعت کے بعد آرام کا اتنا وقفہ دے کہ حاجت والا فارغ ہو کر وضو کر لے اور (یہ بھی حکم دیا کہ قاری) آخر میں وتر پڑھائے۔

فائدہ: اس روایت کی سارے راوی اہل بیت کے ہیں اور ثقہ ہیں۔

2: حضرت ابو عبد الرحمن السلمی رحمۃ اللہ علیہ:

عَنْ أَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِیِّ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: دَعَا الْقُرَّاءَ فِیْ رَمَضَانَ، فَأَمَرَ مِنْهُمْ رَجُلاً یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ عِشْرِینَ رَكْعَةً. قَالَ: وَكَانَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یُوتِرُ بِهِمْ.۔ (السنن الکبری للبیہقی ج2ص496)

ترجمہ: ابو عبد الرحمن سلمی سے روایت ہے کہ حضرت علی نے رمضان میں قاریوں کو بلایا پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھایا کرے اور حضرت علی خود انہیں وتر پڑھاتے تھے۔

شبہ نمبر1:

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ اس میں ایک راوی حماد بن شعیب ضعیف ہے۔

جواب:

اولاً:۔۔۔اگرچہ حماد بن شعیب کی بعض ائمہ نے تضعیف کی ہے لیکن دیگر ائمہ نے اس کی توثیق بھی کی ہے مثلاً:

1: امام ابن عدی فرماتے ہیں: یکتب حدیثه مع ضعفه۔ (لسان المیزان:ج2ص348)

یعنی اس کی حدیث اس کے ضعف کے باوجود لکھی جا سکتی ہے۔

اور ارشاد الحق اثری غیر مقلد کے نزدیک "یکتب حدیث" کا جملہ الفاظ تعدیل میں شمار ہوتا ہے۔ (توضیح الکلام ج1ص547)

2: امام ابن حبان نے انہیں ثقات میں شمار کیا ہے (تہذیب الکمال:ج8ص378)

3: علامہ ابن تیمیہ نے اسی حماد بن شعیب والی روایت سے استدلال کیا ہے۔ (منہاج السنہ ج2ص224)

4: امام بیہقی نے اس اثر علی کو اثر شتیر بن شکل کی قوت کے لیے روایت کیا ہے جو دلیل ہے کہ یہ امام بیہقی کے نزدیک قوی ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی:ج2ص996)

5: علامہ ذہبی جیسے ناقد فن نے اس پر المنتقیٰ ص542 پر سکوت فرمایا ہے۔ (تجلیات صفدر ج3ص323)

6: امام ترمذی حضرت علی سے مروی اس بیس رکعت والی روایت کو صحیح مانتے ہیں جب ہی تو استدلال کرتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

واکثر اهل العلم علی ما روی عن علی وعمر وغیرهما من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم عشرین رکعة۔ (سنن الترمذی ج1ص166)

ترجمہ: اکثر اہل علم کا موقف بیس رکعت ہی ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

اصولی طور پر حماد بن شعیب حسن الحدیث درجہ کا راوی ہے اور حدیث مقبول ہے۔

ثانیاً:۔۔۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور کی تراویح کے راوی حضرت حسین اور ابو الحسناء بھی ہیں۔لہذا اس سند میں اگر ضعف ہو (جبکہ یہ حسن درجہ کی روایت ہے) تو ان مویدات کی وجہ سے ختم ہو جائے گا۔

شبہ نمبر 2:

ایک غیر مقلد نے لکھا: "عطاء بن السائب "مختلط راوی ہے، حماد بن شعیب ان لوگوں میں سے نہیں جنہوں نے اس سے قبل الاختلاط سنا ہے۔

(آٹھ رکعت نماز تراویح ص 13)

جواب:

اولاً:۔۔۔عطاء بن السائب اگر آخر عمر میں مختلط ہو گئے تھے لیکن اتنے بھی نہیں کہ ان کی احادیث ضعیف قرار دی جائیں بلکہ باجود اختلاط کے محدثین کے ہاں ان کی احادیث کم از کم "حسن" درجہ کی ضرور ہیں۔مثلاً:

1: امام ہیثمی ایک روایت کے تحت لکھتے ہیں: "وفیہ عطاء بن السائب وفیہ کلام وھو حسن الحدیث" (مجمع الزوائد ج 3 ص 142، باب التکبیر علی الجنازۃ)

ترجمہ: اس روایت میں عطاء بن السائب ہے، اس میں کلام ہے لیکن ان کی حدیث حسن درجہ کی ہے۔

2: علامہ ذہبی فرماتے ہیں: تابعی مشہور حسن الحدیث۔

(المغنی فی الضعفاء: ج 2 ص 59، رقم الترجمۃ 4121)

ترجمہ: یہ مشہور تابعی ہیں اور ان کی حدیث حسن درجہ کی ہوتی ہے۔

3: امام حاکم عطاء بن السائب کی ایک روایت جسے جریر بن عبد الحمید نے روایت کیا ہے، کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: صحیح الاسناد ۔

(المستدرک للحاکم: ج5 ص350، کتاب التوبۃ والانابۃ)

حالانکہ جریر کا سماع بعد الاختلاط کا ہے۔

(الشذا الفیاح من علوم ابن الصلاح: ج2 ص750)

معلوم ہوا آپ اختلاط کے باوجود "حسن الحدیث" ہیں۔

4: حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: وكان اختلط بآخره ولم يفحش حتى يستحق ان يعتدل به عن مسلك العدول۔ (تہذیب التہذیب ج4 ص493)

ترجمہ: عطاء بن السائب آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے لیکن اتنے فاحش اور زیادہ مختلط بھی نہیں ہوئے کہ وہ اختلاط کی وجہ سے عادل (وثقہ) ہیں راویوں کی راہ سے تجاوز کر جائیں۔

5: امام مسلم: انہوں نے عطاء بن السائب کو مقدمہ مسلم میں قابل اعتماد اور طبقہ ثانیہ کا راوی شمار کیا ہے جن سے صحیح مسلم میں روایت لی ہے۔ (مقدمہ مسلم ص:3)

لہذا یہ حسن الحدیث راوی ہے اور روایت حسن درجہ کی ہے۔

ثانیاً:۔۔۔اس روایت کی مؤید دیگر روایات بھی ہیں جن میں حضرت حسین اور حضرت ابو الحسناء کے طریق ہیں۔ پس یہ روایت مؤیدات کی وجہ سے حجت و قابل اعتماد ہے۔

3: حضرت ابو الحسناء رحمۃ اللہ علیہ:

عَنِ أَبِي الْحَسْنَاءِ: أَنَّ عَلِيًّا أَمَرَ رَجُلاً يُصَلِّي بِهِمْ فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً.

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج2 ص285، السنن الکبری ج2 ص497)

ترجمہ: ابو الحسناء سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھائے۔

فائدہ: اس روایت کی سند حسن درجہ کی ہے۔ اس روایت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے "حکم" دینے کا ذکر ہے۔

شبہ:

غیر مقلدین کہتے ہیں: ابو الحسناء مجہول العین ہے، لہٰذا روایت ضعیف ہے۔

جواب:

اولاً:۔۔۔ عند الاحناف خیر القرون کی جہالت، تدلیس اور ارسال جرح ہی نہیں اور شوافع کے ہاں متابعت سے یہ جرح ختم ہو گئی کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیس رکعت تراویح روایت کرنے میں ابو الحسناء اکیلے نہیں بلکہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور امام ابو عبد الرحمن سلمی بھی یہی روایت کرتے ہیں۔

(تجلیات صفدر ج3 ص328)

ثانیاً:۔۔۔ ابو الحسناء سے دو راوی یہ روایت نقل کر رہے ہیں:

1: عمرو بن قیس۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج2 ص285)

2: ابو سعید البقال۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج2 ص497)

اور یہ دونوں بالترتیب ثقہ اور صدوق ہیں۔ (تقریب التہذیب ص456، ص299)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں؛ من روی عنه اکثر من واحد ولم یوثق الیه الاشارة بلفظ مستور او مجهول الحال۔ (تقریب التہذیب: ص111)

ترجمہ: جس راوی سے ایک سے زائد راوی روایت کریں اور اس کی توثیق کی گئی ہو تو اس کی طرف لفظ مستور یا مجہول الحال سے اشارہ کیا جاتا ہے۔

یہاں ابو الحسناء سے بھی دو راوی یہ روایت کر رہے ہیں۔ لہذا اصولی طور پر یہ مجہول نہیں بلکہ مستور راوی بنتا ہے۔ غیر مقلدین کا اسے مجہول العین کہہ کر روایت رد کرنا شرمناک ہے۔

الحاصل ابو الحسناء مستور راوی ٹھہرتا ہے اور محدثین کے ہاں قاعدہ ہے کہ مستور کی متابعت کوئی دوسرا راوی کرے جو مرتبہ میں اس سے بہتر یا برابر ہو تو اس کی روایت حسن ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

"ومتى تُوبعَ السيءُ الحفظ بمُعْتَبَرٍ: كأنْ يكونَ فَوْقَهُ، أو مِثْلَهُ، لا دونه، و كذا المختلِط الذى لم يتميز، والمستور، والإسناد المرسل، و كذا المدلَّس إذا لم يُعْرف المحذوف منه صار حديثُهم حسناً، لا لذاته، بل وصْفُهُ بذلك باعتبارِ المجموع" (نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر: ص234)

ترجمہ: جب سئی الحفظ راوی کی متابعت کسی معتبر راوی سے ہو جائے جو مرتبہ میں اس سے بہتر یا برابر ہو کم نہ ہو، اسی طرح مختلط راوی جس کی روایت میں تمیز نہ ہو سکے اور اسی طرح مستور، مرسل اور مدلس کوئی تائید کر دے تو ان سب کی روایات حسن ہو جائیں گی اپنی ذات کی وجہ سے نہیں بلکہ مجموعی حیثیت کے اعتبار سے۔

ابو الحسناء کی متابعت ابو عبد الرحمن نے کی ہے۔ (السنن الکبری للبیہقی ج2 ص496)

اور یہ ابو الحسناء سے بڑھ کر ثقہ راوی ہے۔ اس لئے ابو الحسناء کی یہ روایت جمہور کے نزدیک بھی مقبول ہے۔

خلاصہ روایات:

ان روایات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بیس رکعت تراویح پر ہمیشگی کی گئی۔

دیگر صحابہ وتابعین اور بیس رکعات تراویح:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن زمانوں کے خیر اور تمام زمانوں سے بہتر ہونے کی خبر دی ہے وہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ، تابعین اور تبع تابعین کا زمانہ ہے۔ امام بخاری حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے آپ علیہ السلام کا ارشاد نقل کرتے ہیں: خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ
(صحیح البخاری: ج1 ص362، باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ)

ترجمہ: تمام زمانوں میں سے بہتر میرا زمانہ ہے، پھر وہ جو اس کے ساتھ ملا ہے، پھر وہ جو اس کے ساتھ ملا ہے۔

حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی چشم دید گواہ ہیں، ان کی راست گفتاری اور صدق مقال پر ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ شاہد ہے جس طرح انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو دیکھا اسی پر ہمیشہ کاربند رہے، اسی طرح حضرات تابعین رحمہ اللہ نے بھی حضرت صحابہ رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال واعمال کو لیا اور پوری زندگی کے لیے راہِ عمل بنالیا۔ تراویح کے بارے میں جس طرح حضرات خلفاء راشدین کا عمل تھا کہ بیس رکعت پڑھتے اور حکم دیتے رہے دیگر صحابہ کرام اور تابعین عظام وغیرہ بھی بیس رکعت ہی پڑھتے پڑھاتے رہے۔ ذیل میں ان شخصیات میں سے چند کا عمل پیش کیا جاتا ہے کہ انہوں نے بیس رکعت تراویح ہی پڑھی اور پڑھائی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

مشہور قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ ان کو یہ سعادت حاصل تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک اٹھاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی تھی

کہ اے اللہ اسے دین کی سمجھ عطا فرما۔ ان کے بارے میں حضرت زید بن وھب فرماتے ہیں: كَانَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ يُصَلِّيْ بِنَا فِيْ شَهْرِ رَمْضَانَ فَيَنْصَرِفُ وَعَلَيْهِ لَيْلٌ، قَالَ الْاَعْمَشُ: كَانَ يُصَلِّيْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ۔

(قیام اللیل للمروزی ص157)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رمضان میں ہمیں تراویح پڑھاتے تھے اور گھر لوٹ جاتے تو ابھی رات باقی ہوتی تھی۔ حدیث کے راوی اعمش فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ بیس رکعت تراویح اور تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔

فائدہ: اس روایت کی مکمل سند عمدۃ القاری شرح البخاری للعلامۃ العینی میں موجود ہے، افادۃً نقل کی جاتی ہے:

رواہ محمد بن نصر المروزی قال أخبرنا یحیی بن یحیی أخبرنا حفص بن غیاث عن الأعمش عن زید بن وھب قال کان عبد اللہ بن مسعود۔

(عمدۃ القاری ج8 ص246 باب فضل من قام رمضان)

اور یہ سند امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ:

آپ جلیل القدر صحابی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سب سے بڑا قاری ہونے کا لقب عطا فرمایا۔ آپ کے بارے میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ حضرت عبد العزیز بن رفیع رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں: کان ابی بن کعب یصلی بالناس فی رمضان بالمدینۃ عشرین رکعۃ ویوتر بثلاث۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج2 ص285 کم یصلی فی رمضان من رکعۃ)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح

اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

اس کی سند صحیح ہے اور تمام راوی ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

شبہ:

آل حدیث نے لکھا: عبد العزیز بن رفیع کی حضرت ابی بن کعب سے ملاقات ثابت نہیں، لہذا یہ روایت منقطع ہے۔ (مقدار قیام رمضان از زئی غیر مقلد ص76)

جواب:

امام عبد العزیز بن رفیع م130ھ صحاح ستہ کے راوی ہیں اور خیر القرون کے ثقہ محدث ہیں۔ (تقریب التہذیب: ص389)

اور جمہور محدثین خصوصاً عند الاحناف خیر القرون کا ارسال وانقطاع مضر صحت نہیں۔(تفصیل گزر چکی ہے) پس اعتراض باطل ہے۔

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ:

آپ مشہور جلیل القدر تابعی ہیں۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمرو، حضرت ابن عمر، حضرت معاویہ وغیرہ کے شاگرد ہیں، دوسو صحابہ رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے۔ (تہذیب ج4ص488)

آپ فرماتے ہیں:

ادرکت الناس وھم یصلون ثلاثاوعشرین رکعۃ بالوتر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج2ص285)

ترجمہ: میں نے لوگوں (صحابہ وتابعین) کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھتے پایا ہے۔

فائدہ: اس روایت کی سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

امام ابراہیم النخعی رحمۃ اللہ علیہ:

مشہور فقیہ اور اہل کوفہ کے نامور مفتی ہیں۔ امام شعبی فرماتے ہیں کہ میں نے آپ سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔ (تہذیب التہذیب: ج1ص168)

آپ فرماتے ہیں: ان الناس کانوا یصلون خمس ترویحات فی رمضان

(کتاب الآثار بروایۃ ابی یوسف: ص41 باب السہو)

ترجمہ: لوگ رمضان میں پانچ ترویحے (بیس رکعت) پڑھتے تھے۔

اس روایت کی سند بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔

چند شبہات کا ازالہ:

بعض غیر مقلدین نے اس روایت پر چند شبہات کئے ہیں۔ ان کے جوابات پیشِ خدمت ہیں تاکہ موصوف کا مبلغِ علم معلوم ہو جائے۔

شبہ نمبر1:

یوسف بن ابی یوسف کی توثیق نامعلوم ہے۔

جواب:

اولاً:۔۔۔اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ جب کتاب کی نسبت صاحب کتاب کی طرف مشہور ہو تو نیچے کے راوی دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں: لان الکتاب المشہور الغنی بشہرتہ عن اعتبار الاسناد منا الی مصنفہ۔

(النکت لابن حجر ص56)

ترجمہ: جو کتاب مشہور ہو (کہ فلاں مصنف کی ہے) تو اس کی شہرت ہمارے اور مصنف کتاب کے درمیان سند دیکھنے سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

لہذا توثیق کا سوال باطل ہے۔

ثانیاً:۔۔۔الجواہر المضیئہ میں علامہ قرشی نے ان کے حالات لکھے ہیں جن سے ان کا فقیہ ہونا معلوم ہوتا ہے اور فقیہ ہونا توثیق ہے۔ (الجواہر المضیئہ ص438۔439)

شبہ نمبر2:

قاضی ابویوسف پر جرح کی گئی ہے۔

جواب:

اولاً:۔۔۔یہ جرح مردود ہے، اس لئے کہ امام ابو حنیفہ سے ان کی مدح وثناء اور توثیق ثابت ہے کہ جب ایک بار امام ابو یوسف بیمار ہوئے اور امام ابو حنیفہ عیادت کے لیے آئے تو فرمایا:"ان یمت ھذا الفتی فھو اعلم من علیھا واوما الی الارض"

[اگر یہ جوان فوت ہو گیا تو علم کا نقصان ہو گا کیونکہ یہ زمین پر اعلم ہے]

ثانیاً:۔۔۔ائمہ جرح وتعدیل اور محدثین نے آپ کو حافظ الحدیث ،اثبت فی الحدیث،صاحب السنۃ ،افقہ الفقہاء،سید الفقہاء ،ثقۃ وغیرہ فرمایا ہے۔

(حسن التقاضی من سیرۃ الامام ابی یوسف القاضی للعلامۃ الکوثری)

لہذا ان پر جرح باطل ہے۔

سیدنا شتیر بن شکل رحمۃ اللہ علیہ:

نامور تابعی ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ نیز حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ام حبیبہ، حضرت حفصہ سے بھی روایت لی ہے۔

(تہذیب التہذیب: ج3ص138)

آپ کے بارے میں روایت ہے:

عَنْ شُتَيْرِ بْنِ شَكَلٍ: أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ.

(مُصنف ابن أبي شيبة:ج2ص285باب كم يصلي فِي رَمَضَانَ مِنْ رُكْعَةٍ)

ترجمہ: حضرت شتیر بن شکل لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت تراویح اور (تین رکعت) وتر پڑھاتے تھے۔

فائدہ: اس روایت کی سند حسن درجہ کی ہے۔

سیدنا ابو البختری رحمۃ اللہ علیہ:

آپ حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابو سعید وغیرہ کے شاگرد ہیں اہل کوفہ میں اپنا علمی مقام رکھتے تھے۔ (تہذیب ج2ص679)

آپ کے بارے میں روایت ہے:عَنۡ أَبِي الۡبَخۡتَرِيّ : أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي خَمۡسَ تَرۡوِيحَاتٍ فِي رَمَضَانَ وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ.

(مُصنف ابن أبي شيبة: ج2ص285باب كم يصلي فِي رَمَضَانَ مِن رَكعَةٍ.)

رمضان میں پانچ ترویحے یعنی بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھتے تھے۔

فائدہ: اس روایت کی سند حسن درجہ کی ہے۔

سیدنا سوید بن غفلہ رحمۃ اللہ علیہ:

آپ مشہور تابعی ہیں حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے اور ان سے روایت لی ہے۔ (تہذیب التہذیب: ج3ص107)

آپ کے بارے میں ابو الخصیب روایت کرتے ہیں:كَانَ يَؤُمُّنَا سُوَيۡدُ بۡنُ غَفَلَةَ فِي رَمَضَانَ فَيُصَلِّي خَمۡسَ تَرۡوِيحَاتٍ عِشۡرِينَ رَكۡعَةً.

(السنن الکبری للبیہقی ج2ص496باب مَارُوِيَ فِي عَدَدِ رَكَعَاتِ الۡقِيَامِ فِي شَهۡرِ رَمَضَانَ)

ترجمہ: حضرت سوید بن غفلہ ہمیں رمضان میں پانچ ترویحے یعنی بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔

سیدنا ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ:

مشہور تابعی ہیں، تیس صحابہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

(تہذیب التہذیب:ج4ص559)

آپ کے متعلق نافع بن ابن عمر کہتے ہیں:

كَانَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ يُصَلِّي بِنَا فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:ج2ص285باب کم یصلي فِي رَمَضَانَ مِن رَكْعَةٍ.)

ترجمہ: حضرت ابن ابی ملیکہ ہمیں رمضان میں بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

فائدہ: اس کی سند بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

سیدنا سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کبار تابعین میں سے ہیں ،حضرت ابن عباس ،حضرت ابن زبیر، حضرت ابن عمر، حضرت عدی بن حاتم وغیرہ سے روایت لی ہے۔ اہل کوفہ میں علمی مقام رکھتے تھے۔ حجاج بن یوسف نے ظلماً قتل کیا تھا۔ (تہذیب التہذیب:ج2ص625)

آپ کے بارے میں اسماعیل بن عبد المالک فرماتے ہیں:

كان سعيد بن جبير يؤمنا فی شهر رمضان فكان يقرأ بالقراءتين جميعا يقرأ ليلة بقراءة بن مسعود فكان يصلی خمس ترويحات۔

(مصنف عبدالرزاق: ج4ص204باب قیام رمضان)

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ رمضان کے مہینے میں ہماری امامت کرواتے تھے آپ دونوں قرأتیں پڑھتے تھے ایک رات ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت (اوردوسری رات حضرت عثمان کی قرأت) آپ رحمہ اللہ پانچ ترویحے(یعنی بیس رکعت)پڑھتے تھے۔

سیدنا علی بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ:

آپ مشہور تابعی ہیں۔ حضرت علی، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت سمرہ بن جندب جیسے جلیل القدر صحابہ کے شاگرد ہیں۔ حدیث میں قابل اعتماد ہستی تھے۔

(تہذیب التہذیب:ج4ص596)

حضرت سعید بن عبید رحمہ اللہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں: أَنَّ عَلِيَّ بْنَ رَبِيعَةَ كَانَ يُصَلِّي بِهِمْ فِي رَمَضَانَ خَمْسَ تَرْوِيحَاتٍ وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج2ص285باب کم یصلی فی رمضان من رکعۃ)

ترجمہ: حضرت علی بن ربیعہ رحمہ اللہ رمضان میں پانچ ترویحے (یعنی بیس رکعت) اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے۔

فائدہ: اس کی سند حسن درجہ کی ہے۔

سیدنا حارث رحمۃ اللہ علیہ:

عَنِ الْحَارِثِ رَحِمَهُ اللهُ أَنَّهُ كَانَ يَؤُمُّ النَّاسَ فِي رَمَضَانَ بِاللَّيْلِ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج2ص285باب کم یصلی فی رمضان من رکعۃ)

ترجمہ: حضرت حارث رحمہ اللہ لوگوں کو رمضان کی راتوں میں بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

شاگردانِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکر، سعید بن ابی الحسن اور عمران العبدی رحمہم اللہ یہ تینوں حضرت علی کے شاگردوں میں سے تھے۔ یونس رحمہ اللہ سے روایت فرماتے ہیں: ادرکت مسجد الجامع قبل فتنۃ ابن الاشعث یصلی بھم عبدالرحمن بن ابی

بکر وسعید بن ابی الحسن وعمران العبدی کانوا یصلون خمس تراویح۔

(قیام اللیل للمروزی: ص158)

ترجمہ: میں نے ابن الاشعث کے فتنہ سے پہلے جامع مسجد بصرہ میں دیکھا کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر، حضرت سعید بن ابی الحسن اور حضرت عمران عبدی رحمہ اللہ لوگوں کو پانچ ترویحے (بیس رکعت) پڑھاتے تھے۔

خلاصہ روایات:

ان روایات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور تابعین کرام رضی اللہ عنہ رمضان مبارک میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

جمہور علماء کا موقف اور اجماعِ امت:

(1)۔۔ملا علی قاری فرماتے ہیں: اجمع الصحابہ علی ان التراویح عشرون رکعۃ۔

(المرقات ج3 ص194)

ترجمہ: تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیس رکعت تراویح ہونے پر اجماع کیا ہے۔

نیز شرح نقایہ میں لکھتے ہیں:

فصار اجماعا لما روی البیہقی باسناد صحیح: انھم کانوا یقیمون علی عھد عمر بعشرین رکعۃ وعلی عھد عثمان وعلی رضی اللہ عنہما۔

(ج1 ص342، فصل فی صلاۃ التراویح)

ترجمہ: پس (بیس رکعت) پر اجماع ہو گیا کیونکہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں بیس رکعتیں پڑھتے تھے، ایسے ہی خلافت عثمان اور خلافت علی رضی اللہ عنہما میں بھی۔

(2)۔۔علامہ سید محمد بن محمد الزبیدی الشہیر بالمرتضیٰ فرماتے ہیں:

وبالاجماع الذی وقع فی زمن عمر اخذ ابوحنیفة والنووی والشافعی واحمد والجمهور واختارہ ابن عبدالبر۔

(اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین ج3 ص422)

ترجمہ: اس اجماع کی وجہ سے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا تھا، امام ابو حنیفہ ،امام نووی، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ اور جمہور حضرات نے (بیس رکعت تراویح) کو اختیار کیا ہے اور اسی کو علامہ ابن عبد البر نے بھی پسند کیا ہے۔

(3)۔۔امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واکثر اھل العلم علی ماروی عن علی وعمر وغیرھما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرین رکعۃ۔ (سنن الترمذی ج1 ص166)

ترجمہ: اکثر اہل علم کا موقف بیس رکعت ہی ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(4)۔۔مشہور فقیہ، ملک العلماء علامہ ابو بکر الکاسانی رحمہ اللہ اپنی کتاب بدائع الصنائع میں اس اجماع کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں: والصحیح قول العامۃ لماروی ان عمر رضی اللہ عنہ جمع ابی بن کعب فیصلی بھم فی کل لیلۃ عشرین رکعۃ ولم ینکر علیہ احد فیکون اجماعا منھم علی ذلك۔

(بدائع الصنائع ج1 ص644)

ترجمہ: صحیح عام علماء ہی کا قول ہے، اس لیے کہ یہ روایت کی گئی ہے کہ حضرت عمر نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان المبارک میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت میں جمع کیا انہوں نے ان کو ہر رات بیس رکعت پڑھائیں اور اس پر کسی نے انکار نہیں کیا۔ پس یہ صحابہ کرام کی طرف سے بیس رکعت پر اجماع ہو گیا۔

(5)۔۔مشہور محدث علامہ ابو زکریا یحیی بن شرف نووی دمشقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اعلم ان صلاۃ التراویح سنۃ باتفاق العلماء وھی عشرون رکعۃ۔

(کتاب الاذکار ص226)

ترجمہ: نماز تراویح باتفاق علماء سنت ہے اور یہ بیس رکعتیں ہیں۔

(6)۔۔علامہ ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وھوقول جمھور العلماء وبہ قال الکوفیون والشافعی واکثر الفقھاء وھوالصحیح عن ابی بن کعب من غیر خلاف من الصحابۃ۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج8 ص246)

ترجمہ: بیس رکعت تراویح جمہور علماء کا قول ہے اور یہی قول اہل کوفہ، امام شافعی اور اکثر فقہاء کرام کا ہے اور حضرت ابی بن کعب سے بھی یہی قول صحت سے مروی ہے، صحابہ میں سے کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا۔

(7)۔۔علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(وھی عشرون رکعۃ)ھوقول الجمھور وعلیہ عمل الناس شرقا وغربا۔

(ردالمحتار لابن عابدین شامی ج2 ص495)

ترجمہ: بیس رکعت ہی جمہور کا قول ہے اور اسی پر شرقاً غرباً پوری امت کا عمل ہے۔

(8)۔۔استاذ المحدثین فقیہ النفس، قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہ اپنے رسالہ الحق الصریح میں فرماتے ہیں: الحاصل ثبوت بست رکعت باجماع صحابہ رضی اللہ عنہ درآخر زمان عمر رضی اللہ عنہ ثابت شد پس سنت باشد وکسے کہ از سنت آہ انکار دارد خطاست۔

(الحق الصریح ص14)

خلاصہ یہ کہ بیس رکعات کا ثبوت اجماع صحابہ سے ثابت شدہ ہے، لہذا یہی سنت ہے اور جو شخص اس کے سنت ہونے کا انکار کرے وہ غلطی پر ہے۔

بلادِ اسلامیہ میں تعداد رکعات تراویح:

بلاد اسلامیہ، اسلامی تعلیمات کے آئینہ دار ہوتے ہیں خصوصاً جب حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کا دور مبارک ہو تو ان میں اسلام کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے۔ رمضان المبارک میں جب ان پر نظر ڈالی جائے تو ان میں مسلمان بیس تراویح پڑھتے نظر آتے ہیں۔ ذیل میں مشہور اسلامی شہروں میں پڑھی جانے والی تراویح کی مختصر تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

اہل مکہ:

1: امام دارالهجرۃ امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وبمكة بثلاث وعشرين۔

(نیل الاوطار: ج1 ص514)

مکہ میں تیئس رکعت (بیس تراویح اور تین وتر) پڑھے جاتے ہیں۔

2: امام عطاء بن ابی رباح مشہور تابعی ہیں۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر وغیرہ جلیل القدر صحابہ کے شاگرد ہیں دوسو صحابہ کرام کی زیارت کی ہے۔

(تہذیب التہذیب: ج4 ص488)

آپ مکی ہیں، اپنے شہر میں پڑھی جانے والی تراویح کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ادركت الناس وهم يصلون ثلاث وعشرين ركعة بالوتر۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ج2 ص285 باب کم يصلي في رمضان من ركعة)

میں نے لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھتے پایا ہے۔

3: مشہور امام فقیہ محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں: هكذا ادركت ببلدنا بمكة يصلون عشرين ركعة۔

(جامع الترمذی: ج1 ص166)

میں نے اپنے شہر مکہ میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھتے پایا ہے۔

اہل مدینہ:

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ خلافت راشدہ کے دارالخلافہ کی حیثیت سے عہد فاروقی میں تراویح کو اجتماعی شکل دینے کا آغاز مدینہ منورہ سے ہوا، جیسا کہ ماقبل میں باتفصیل گزرا کہ دور صدیقی و عثمانی میں مدینہ منورہ میں بیس رکعت ہی پڑھی جاتی رہی۔

1: حضرت ابن ابی ملیکہ مشہور تابعی ہیں، تیس صحابہ کرام کی زیارت کی ہے۔ آپ مدینہ منورہ کے رہنے والے ہیں۔ (تہذیب التہذیب: ج3ص559)

آپ کے متعلق نافع بن عمر فرماتے ہیں: کان ابن ابی ملیکة یصلی بنا فی رمضان عشرین رکعة (مصنف ابن ابی شیبۃ: ج2ص285باب کم یصلي فِي رَمَضَانَ مِن رُكْعَةٍ)

حضرت ابن ابی ملیکہ ہمیں رمضان میں بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

2: حضرت داؤد بن قیس رحمہ اللہ جو مدینہ کے رہنے والے تھے، مشہور محدث وحافظ تھے، فرماتے ہیں: ادرکت الناس بالمدینة فی زمن عمر بن عبدالعزیز وابان بن عثمان یصلون ستا وثلاثین رکعة ویوترون بثلاث

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ج2ص285باب کم یصلي فِي رَمَضَانَ مِن رُكْعَةٍ)

میں نے مدینہ میں خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اورابان بن عثمان کے دور میں لوگوں کو چھتیس رکعت (تراویح) اور تین رکعت وتر پڑھتے پایا ہے۔

36رکعات تراویح کیسے بنی؟ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

تشبیہا باھل مکة حیث کانوا یطوفون بین کل ترویحتین طوافا ویصلون رکعتیہ ولایطوفون بعدالخامسة فاراد اھل المدینة مساواتھم فجعلوا مکان کل طواف اربع رکعات۔ (الحاوی للفتاوی ج1ص336)

ترجمہ: اہل مدینہ نے اہل مکہ کی مشابہت کے لیے 36رکعات اختیار کرلیں کیونکہ

اہل مکہ چار رکعت کے بعد طواف کعبہ کر لیتے تھے اور پانچویں ترویحہ کے بعد طواف نہیں کرتے تھے۔ پس اہل مدینہ طواف کی جگہ پر 4 رکعات کے بعد 4 رکعات (نفل) پڑھ لیتے تھے۔

گویا ان کی اضافی رکعات تراویح کا حصہ نہ تھیں بلکہ درمیان کی نفلی عبادت میں شامل تھیں۔ تراویح فقط بیس رکعات ہی تھیں۔

اہل کوفہ:

کوفہ اسلامی شہر ہے جو عہد فاروقی میں 17ھ میں بحکم امیر المومنین تعمیر کیا گیا۔ فقیہ امت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے عظیم المرتبت صحابی کو تعلیم و تدریس کے لیے کوفہ شہر بھیجا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے دار الخلافہ بنایا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ اس شہر میں چار ہزار حدیث کے طلبہ اور چار سو فقہاء موجود تھے۔ امام بخاری فرماتے کہ میں شمار نہیں کر سکتا کہ کوفہ طلب حدیث کے لیے کتنی مرتبہ گیا ہوں۔ (مقدمہ نصب الرایۃ للکوثری ملخصًا)

1: کوفہ کے مشہور فقیہ، مفتی اہل کوفہ حضرت ابراہیم بن یزید نخعی فرماتے ہیں:

الناس كانوا يصلون خمس ترويحات فی رمضان۔ (کتاب الاثار: ص41)

لوگ (صحابہ و تابعین) رمضان میں پانچ ترویحے (یعنی بیس رکعت) پڑھتے تھے۔

2: مشہور تابعی حضرت سعید بن جبیر جنہوں حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر وغیرہ جیسے جلیل القدر صحابہ سے علم حاصل کیا کوفہ ہی میں شہید کیے گئے، آپ کے بارے میں منقول ہے: عن إسماعيل بن عبد الملك قال كان سعيد بن جبير يؤمنا فی شهر رمضان فكان يقرأ بالقراءتين جميعا يقرأ ليلة بقراءة بن مسعود فكان يصلي خمس ترويحات۔ (مصنف عبد الرزاق ج4 ص204 باب قیام رمضان)

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیرؒ رمضان کے مہینے میں ہماری امامت کرواتے تھے آپ دونوں قرائتیں پڑھتے تھے ایک رات ابن مسعودؓ کی قرأت (اور دوسری رات حضرت عثمان کی قرأت) آپؒ پانچ ترویحے (یعنی بیس رکعت) پڑھتے تھے۔

3: حضرت شتیر بن شکل، حضرت علی کے شاگرد تھے کوفہ میں رہائش پذیر تھے۔عَنْ شُتَيْرِ بْنِ شَكَلٍ: أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ.

(مُصنف ابن أبي شيبة، ج2ص285باب کم يصلي فِي رَمَضَانَ مِنْ رَكْعَة)

حضرت شتیر بن شکل لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

4: حضرت حارث ہمدانی، حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود کے شاگرد تھے،65ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔ آپ کے بارے میں روایت ہے:عَنِ الْحَارِثِ: أَنَّهُ كَانَ يَؤُمُّ النَّاسَ فِي رَمَضَانَ بِاللَّيْلِ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ.

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج2ص285باب کم یصلی فی رمضان من رکعۃ)

حضرت حارث رحمہ اللہ لوگوں کو رمضان کی راتوں میں بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

5: مشہور تابعی امام سفیان ثوری کوفہ کے رہنے والے تھے،161ھ میں وفات پائی۔:قال الترمذی رحمہ اللہ: روی عن عمر و علی وغیرھما من أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرین رکعۃ وھو قول الثوری۔ (جامع الترمذی ج1ص166)

ترجمہ: اکثر اہل علم کا موقف بیس رکعت ہی ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہی مؤقف امام سفیان ثوری کا بھی ہے۔

اہل بصرہ:

حضرت یونس بن عبید جو حضرت حسن بصری اور امام ابن سیرین کے شاگرد اور سفیان ثوری وشعبہ کے استاد ہیں، فرماتے ہیں: ادرکت مسجد الجامع قبل فتنة ابن الاشعث یصلی بهم عبد الرحمن بن ابی بکر وسعید بن ابی الحسن وعمران العبدی کانوا یصلون خمس تراویح۔ (قیام اللیل للمروزی ص158)

ترجمہ: میں نے ابن الاشعث کے فتنہ سے پہلے جامع مسجد بصرہ میں دیکھا کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر، حضرت سعید بن ابی الحسن اور حضرت عمران عبدی رحمہ اللہ لوگوں کو پانچ ترویحے (بیس رکعت) پڑھاتے تھے۔

ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم اور بیس رکعات تراویح:

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سنتوں اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے مقدس طریقوں کی حفاظت وتدوین جس جامعیت اور تفصیل کے ساتھ حضرات ائمہ اربعہ نے فرمائی ہے یہ مقام امت میں کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ اسی لیے پوری امت ان ہی کی رہنمائی میں پاک سنتوں پر عمل کر رہی ہے، یہ تمام ائمہ بیس رکعات کے قائل تھے، تفصیل پیش خدمت ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ:

امام اعظم فی الفقہاء امام ابو حنیفہ اور آپ کے تمام مقلدین بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں۔

1: علامہ ابن رشد اپنی مشہور کتاب بدایۃ المجتہد میں لکھتے ہیں:

فاختار ...ابو حنیفة... القیام بعشرین رکعة سوی الوتر۔ (ج1ص214)

امام ابو حنیفہ کے ہاں قیام رمضان بیس رکعت ہے، وتر علاوہ ہیں۔

2: امام قاضی خان حنفی اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں: عن ابی حنیفة قال القیام فی شهر رمضان سنة..... کل لیلة سوی الوتر عشرین رکعة خمس ترویحات ۔

(فتاویٰ قاضی خان ج1 ص112)

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ رمضان میں ہر رات بیس رکعت یعنی پانچ ترویحے وتر کے علاوہ پڑھنا سنت ہے۔

3: علامہ ابن عابدین شامی جو فقہ حنفی کے عظیم محقق ہیں، فرماتے ہیں:

(قوله وعشرون رکعة) وهو قول الجمهور وعلیه عمل الناس شرقا وغربا

(ردالمحتار ج2 ص495)

بیس رکعات ہی جمہور کا قول ہے اور اسی پر شرقا غربا پوری امت کا عمل ہے۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ:

امام مالک نے ایک قول کے مطابق بیس رکعت تراویح کو مستحسن کہا ہے۔

علامہ ابن رشد فرماتے ہیں: واختار مالك فی احد قولیه ... القیام بعشرین رکعة

(بدایۃ المجتہد ج1 ص214)

ترجمہ: امام مالک رحمہ اللہ نے ایک قول میں بیس رکعت تراویح کو اختیار فرمایا ہے۔

دوسرا قول چھتیس کا ہے جن میں بیس تراویح اور سولہ نفل تھیں تفصیل گزر چکی ۔

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ:

ائمہ اربعہ میں سے مشہور امام ہیں، آپ فرماتے ہیں:

احب الی عشرون .....و کذالك یقومون بمکة۔

(قیام اللیل ص159)

مجھے بیس رکعت تراویح پسند ہے، مکہ میں بھی بیس رکعت پڑھتے ہیں۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: وھکذا ادرکت ببلدنا بمکة یصلون عشرین رکعة۔ (جامع الترمذی ج1 ص166 باب ماجاء في قيام شهر رمضان)

میں نے اپنے شہر مکہ میں لوگوں کو بیس رکعت نماز تراویح پڑھتے پایا ہے۔

مشہور شافعی عالم محقق العصر امام نووی دمشقی فرماتے ہیں: اعلم ان صلوة التراویح سنة باتفاق العلماء وھی عشرون رکعة۔ (کتاب الاذکار: ص226)

تراویح باتفاق علماء سنت ہے اور یہ بیس رکعت ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ:

آپ بیس رکعت تراویح کے قائل تھے۔ چنانچہ فقہ حنبلی کے ممتاز ترجمان امام ابن قدامہ لکھتے ہیں: والمختار عندابی عبدالله (احمد بن حنبل)فیھا عشرون رکعة وبھذا قال الثوری وابوحنیفة والشافعی۔ (المغنی ج1 ص802)

ترجمہ: مختار قول کے مطابق امام احمد بن حنبل بیس رکعت کے قائل تھے اور یہی مذہب امام سفیان ثوری، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا ہے۔

مشائخ عظام اور بیس رکعت تراویح:

امت مسلمہ میں جو مشائخ گزرے ہیں ان کا عمل، اخلاق اور حسنِ کردار اس امت کے لیے قابل اتباع ہے، ان کی زندگی پر نظر ڈالی جائے تو وہ بھی بیس رکعت پر عمل پیرا نظر آتے ہیں جو یقیناً رشد و ہدایت کی دلیل ہے۔

1: شیخ ابو حامد محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ م 505ھ:

التراویح وھی عشرون رکعة و کیفیتھا مشھورة وھی سنة موکدة۔

(احیاء العلوم ج1 ص123)

ترجمہ: تراویح بیس رکعات ہیں جن کا طریقہ مشہور ہے اور یہ سنت مؤکدہ ہیں۔

2: شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ م 561ھ:

آپ علوم اسلامیہ کے ہر فن میں بے بدل عالم، تصوف وسلوک کے مشہور امام تھے اپنی مشہور کتاب غنیۃ الطالبین میں تراویح سے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

صلوۃ التراویح سنۃ النبی وھی عشرون رکعۃ،(ص: 267، 268)

تراویح کی نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے اور بیس رکعت ہے

3: شیخ امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ م 973ھ:

آپ مشہور محدث ،فقیہ اور سلسلہ تصوف میں ایک خاص مقام کے مالک تھے۔ اپنی مشہور زمانہ کتاب "المیزان الکبریٰ" میں تحریر فرماتے ہیں:التراویح فی شھر رمضان عشرون رکعۃ۔ (ص153)

ترجمہ: تراویح رمضان میں بیس رکعت ہے۔

حرمین شریفین اور بیس رکعات تراویح:

اسلام کے دو مقدس حرم؛ حرم مکہ وحرم مدینہ میں چودہ سو سال سے بیس رکعت سے کم تراویح پڑھنا ثابت نہیں بلکہ بیس رکعت ہی متوارث ومتواتر عمل رہا ہے۔ چنانچہ مسجد نبوی کے مشہور مدرس اور مدینہ منورہ کے سابق قاضی شیخ عطیہ سالم نے مسجد نبوی میں نماز تراویح کی چودہ سو سالہ تاریخ پر "التراویح اکثر من الف عام" کے نام سے ایک مستقل کتاب تالیف فرما کر ثابت کیا ہے کہ چودہ سو سالہ مدت میں بیس رکعت متواتر عمل ہے، اس سے کم ثابت نہیں۔ جامعہ ام القری مکہ مکرمہ کی طرف سے "کلیۃ الشریعۃ والدراسات الاسلامیۃ" مکہ مکرمہ کے استاذ شیخ محمد علی صابونی کا ایک رسالہ "الھدی النبوی الصحیح فی صلوۃ التراویح" کے نام سے شائع کیا گیا

ہے جس میں شیخ صابونی نے عہد خلافت راشدہ سے لے کر عہد حکومت سعودیہ تک مکہ مکرمہ ومسجد حرام میں ہمیشہ بیس رکعات تراویح پڑھے جانے کا ثبوت دیا ہے۔

خلاصہ کلام:

مذکورہ احادیث وآثار، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کے افعال، ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کے اقوال سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

(1)۔۔۔آپ علیہ السلام نے لوگوں کو قیام رمضان کی بہت ترغیب دی، خود بھی پڑھتے رہے، تین دن اس کی جماعت کرائی اور امت کے لیے اسے مسنون قرار دیا۔

(2)۔۔۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس رکعت ثابت ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت جابر بن عبداللہ کی احادیث سے ظاہر ہے۔ چونکہ ان روایات کو امت کی تلقی بالقبول حاصل ہے اس لیے یہ صحیح لغیرہ کے درجہ میں ہیں۔

(3)۔۔۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء راشدین میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر ہمیشگی فرمائی اور بیس رکعت پر امت کو جمع کیا۔ تمام مہاجر وانصار صحابہ کی موجودگی میں اس پر اجماع ہوگیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی بیس رکعت ہی پڑھی جاتی رہی۔

(4)۔۔۔دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور حضرات تابعین بھی بیس رکعت تراویح کے قائل وفاعل رہے۔

(5)۔۔۔ائمہ اربعہ رحمہ اللہ اوران کے مقلدین بیس رکعت ہی پڑھتے چلے آرہے ہیں، گویا یہ عملا متوارث ومتواتر ہے۔

(6)۔۔۔بلاد اسلامیہ خصوصاً مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بصرہ وکوفہ وغیرہ میں بیس رکعت ہی پڑھی جاتی رہی ہے۔

(7)۔۔۔امت مسلمہ کے مشائخ و بزرگان بیس رکعت پر ہی عمل پیرا رہے۔

(8)۔۔۔عرصہ چودہ سو سال سے اسلام کے عظیم مراکز حرمین شریفین میں بیس رکعت ہی پڑھائی جاتی ہیں اور آج بھی رمضان المبارک کی بہاروں میں بیس رکعت ہی پڑھی جاتی ہے۔

غیر مقلدین کے مؤقف اور شبہات کی حقیقت:

محترم قارئین! سابقہ صفحات میں آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ نماز تراویح بیس رکعات ہی ہیں، لیکن غیر مقلدین اس متوارث عمل کو چھوڑ کر آٹھ رکعات پر اکتفاء کرتے ہیں۔ ہم بتوفیق اللہ ان کے خود ساختہ موقف اور دلائل کا جائزہ لیتے ہیں۔

دلیل نمبر 1:

غیر مقلدین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بڑے زور و شور سے پیش کرتے ہیں کہ اس سے آٹھ رکعت تراویح ثابت ہے۔ روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت سلمہ بن عبد الرحمن نے ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان میں کیسی ہوتی تھی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: "ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدیٰ عشرۃ رکعۃ یصلی اربعا فلاتسئل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی اربعا فلاتسئل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی ثلاثا" (صحیح بخاری)

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ پہلے چار رکعتیں پڑھے، پس کچھ نہ پوچھو کتنی حسین و لمبی ہوتی تھیں، اس کے بعد پھر چار رکعت پڑھتے، کچھ نہ پوچھو کتنی حسین اور لمبی ہوتی تھیں، پھر تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

جواب نمبر 1:

اس روایت سے آٹھ رکعت تراویح پر استدلال باطل ہے، اس لیے:

1: اس میں ”رمضان وغیر رمضان“ میں ہمیشہ گیارہ رکعت پڑھنے کا ذکر ہے جبکہ تراویح صرف رمضان میں پڑھی جاتی ہے، غیر رمضان میں نہیں۔ حدیث کے جملہ ”ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ“ سے یہی بات سمجھ میں آرہی ہے۔

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس سے وہ نماز مراد ہے جو رمضان اور غیر رمضان دونوں میں پڑھی جاتی ہے اور وہ نمازِ تہجد ہے [وضاحت آگے آرہی ہے]

2: اس حدیث میں گیارہ رکعت تنہا پڑھنے کا ذکر ہے نہ کہ جماعت کے ساتھ اور تراویح جماعت سے پڑھی جاتی ہے۔

3: اس میں ایک سلام سے چار رکعت کا ذکر ہے جبکہ تراویح ایک سلام سے دو دو رکعت پڑھی جاتی ہیں۔

جواب نمبر 2:

محدثین کے نزدیک بھی یہ حدیث تراویح کے متعلق نہیں۔ کیونکہ عام طور پر حضرات محدثین کا طرز یہ ہے کہ تہجد کے لیے ”باب قیام اللیل“ اور تراویح کے لیے ”باب قیام رمضان“ قائم کرتے ہیں۔

ذیل میں ایک جدول بنایا جارہا ہے جس میں اس بات کو سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ نماز تراویح اور نماز تہجد میں فرق ہے جو لوگ اس کو ایک سمجھتے ہیں وہ کم علمی کا شکار ہیں اور سخت غلطی پر ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے!

نام کتاب	باب تہجد	باب تراویح
صحیح بخاری	باب فضل قیام اللیل	باب فضل من قام رمضان
صحیح مسلم	باب صلوۃ اللیل	باب الترغیب فی قیام رمضان وھوالتراویح
سنن ابی داؤد	باب فی صلوۃ اللیل	باب قیام شھر رمضان
جامع ترمذی	باب فی فضل صلوۃ اللیل	باب ماجاء فی قیام شھر رمضان
سنن نسائی	کتاب قیام اللیل	ثواب من قام وصام
سنن ابن ماجہ	باب ماجاء فی قیام اللیل	باب ماجاء فی قیام شھر رمضان
موطاامام مالک	باب فی صلوۃ اللیل	باب فی قیام رمضان
موطاامام محمد	باب فی صلوۃ اللیل	باب قیام شھر رمضان
مشکوۃ شریف	باب فی صلوۃ اللیل	باب قیام شھر رمضان
ریاض الصالحین	باب فضل قیام اللیل	باب استحباب قیام رمضان وھوالتراویح
صحیح ابن حبان	فصل قیام اللیل	فصل فی التراویح
مجمع الزوائد	باب فی صلوۃ اللیل	قیام رمضان
سنن کبری للبیھقی	باب فی صلوۃ اللیل	باب فی قیام شھر رمضان
جمع الفوائد	صلوۃ اللیل	قیام رمضان والتراویح وغیر ذالک
قیام اللیل للمروزی	باب فی صلوۃ اللیل	قیام رمضان
بلوغ المرام	صلوۃ التطوع	قیام رمضان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ روایت کو محدثین نے باب صلوۃ اللیل (یعنی تہجد کے باب) میں ذکر فرمایا ہے۔

جدول ملاحظہ ہو!

نام کتاب	باب
صحیح بخاری	ج1ص154کتاب التہجد
صحیح مسلم	ج1ص254باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اللیل
سنن ابی داؤد	ج1ص189باب صلاۃ اللیل
جامع ترمذی	ج1ص98باب صلاۃ اللیل
موطاامام مالک	ص99باب فی صلوۃ اللیل
سنن النسائی	ج1ص237کتاب قیام اللیل
زادالمعادلابن القیم	ص 125 قیام اللیل

حضرات محدثین کا اس حدیث کو قیام اللیل (یعنی تہجد کے باب) میں ذکر کرنا دلیل ہے کہ یہ تہجد سے متعلق ہے نہ کہ تراویح کے متعلق۔

جواب نمبر2پر اعتراض:

اس کو امام بخاری ”باب فضل من قام رمضان“ اور امام محمد ”باب قیام شھر رمضان“ میں بھی لائے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ تراویح کے متعلق ہے۔

جواب:

امام بخاری اور امام محمد اس روایت کو تہجد اور قیام رمضان وغیرہ میں لائے تاکہ ثابت کریں کہ تہجد جس طرح غیر رمضان میں پڑھی جاتی ہے اسی طرح رمضان میں بھی پڑھی جاتی ہے۔

فائدہ: غیر مقلدین کا خود بھی اس روایت پر عمل نہیں، کیونکہ رمضان اور غیر رمضان میں تین رکعات وتر کا ذکر ہے لیکن یہ لوگ ایک وتر پڑھتے ہیں۔

دلیل نمبر2:

غیر مقلدین آٹھ رکعت تراویح پر یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں:

عن جابر بن عبداللہ قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شهر رمضان ثمان ركعات واوتر ،فلما كانت القابلة اجتمعنا فی المسجد ورجونا ان يخرج ،فلم نزل فيه حتى اصبحنا ثم دخلنا،فقلنا يا رسول الله اجتمعنا البارحة فی المسجد ورجونا ان تصلی بنا فقال انی خشيت ان يكتب عليكم

(المعجم الصغیر للطبرانی)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں رمضان کی ایک رات میں آٹھ رکعتیں اور تین وتر پڑھائے۔جب دوسری رات ہوئی تو ہم مسجد میں جمع ہو گئے۔ہم اس امید میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے،ہم اسی انتظار میں بیٹھے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم رات کو اس امید پر جمع ہوئے تھے کہ آپ ہمیں نماز پڑھائیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس بات کا خوف تھا کہ یہ نماز تم پر کہیں فرض نہ ہو جائے۔[اس لیے نہیں پڑھائی]

یہی روایت صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان اور قیام اللیل للمروزی میں بھی موجود ہے

جواب:

مذکورہ کتب میں یہ روایت دو سندوں سے آتی ہے۔

1: اسحاق – ابو الربیع – یعقوب قمی – عیسی بن جاریۃ – جابر بن عبد اللہ

2: محمد بن حمید الرازی – یعقوب قمی – عیسی بن جاریۃ – جابر بن عبد اللہ

ان دونوں طریق میں درج ذیل رواۃ ضعیف و مجروح ہیں۔

عیسیٰ بن جاریہ:

حضرت جابر بن عبداللہ سے نقل کرنے والے صرف ایک راوی ہیں عیسی بن جاریہ، انہی پر اس روایت کا مدار ہے، ابن خزیمہ کے حاشیہ پر اس کے بارے میں لکھا ہے: عيسى بن جاريه فيه لين۔ (صحیح ابن خزیمۃ ج1 ص531)

ترجمہ: عیسیٰ بن جاریہ میں کمزوری ہے۔

دیگر محدثین نے بھی اس پر جروح کی ہیں:

1: امام یحیٰ بن معین: ليس بذاك عنده مناكير [یہ شخص قوی نہیں نیز اس کے پاس منکر روایات پائی جاتی ہے]

2: امام نسائی: منكر الحديث [اس کی حدیث میں نکارت پائی جاتی ہے]

3: امام ابوداؤد: منكر الحديث [اس کی حدیث میں نکارت پائی جاتی ہے]

4: امام نسائی: متروك الحديث [اس کی روایات کو محدثین نے ترک کر دیا ہے]

5: امام ابن عدی: احاديثه غير محفوظة [اس کی احادیث غیر محفوظ ہیں]

6: امام ساجی: ضعفاء میں شمار کیا۔

7: امام عقیلی: ضعفاء میں شمار کیا۔

(میزان الاعتدال ج3 ص312، تہذیب التہذیب ج5 ص193،192)

یعقوب قمی:

یہ راوی دونوں سندوں میں موجود ہے۔ اس کا نام یعقوب بن عبداللہ القمی ہے۔ یہ بھی مجروح راوی ہے۔ امام دار قطنی فرماتے ہیں: ليس بالقوى۔

(میزان الاعتدال ج5 ص178)

یہ حدیث میں قوی نہیں ہے۔

یہ روایت ضعیف، متروک اور صحیح روایات کے مقابلے میں ناقابل حجت ہے۔

دلیل نمبر3:

حدثنا عبد الاعلی حدثنا یعقوب عن عیسی بن جاریة حدثنا جابر بن عبد الله قال جاء ابی ابن کعب الی رسول الله صلی الله علیه و سلم فقال یا رسول الله صلی الله علیه وسلم ان کان منی اللیلة شئی یعنی فی رمضان قال وما ذاك یا ابی قال: نسوة فی داری قلن انا لا نقرأالقرآن فنصلی بصلا تك قال فصلیت بهن ثمان رکعات ثم اوترت قال فکان شبه الرضاء ولم یقل شیئا ۔

(مسند ابی یعلی)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! آج رات میرے ساتھ ایک بات پیش آئی یعنی رمضان میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابی! وہ کیا بات ہے؟، حضرت ابی نے کہا: میرے گھر میں عورتیں تھیں، انہوں نے کہا کہ ہم قرآن نہیں پڑھ سکتیں، اس لیے ہم آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گی، پس میں نے انہیں آٹھ رکعت اور وتر پڑھائے۔ تو یہ رضا کی مثل ہوئی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہیں فرمایا۔

جواب نمبر1:

اس سند میں وہی عیسی بن جاریہ اور یعقوب القمی موجود ہیں، جو سخت مجروح اور ضعیف ہیں۔ ان پر جرح ہم ماقبل میں ذکر کر آئے ہیں۔ لہذا یہ روایت سخت ضعیف ہونے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں۔

جواب نمبر2:

اس روایت کے تمام طرق جمع کریں تو کئی قرائن ملتے ہیں کہ یہ مضطرب ہے

1: یہ روایت تین کتابوں میں ہے۔ مسند احمد میں سرے سے "رمضان" کا لفظ ہی نہیں، مسند ابی یعلی میں "یعنی رمضان "کا لفظ ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فہم راوی ہے نہ کہ روایت، قیام اللیل مروزی میں "فی رمضان" کا لفظ ہے جو یقیناً کسی تحتانی راوی کا ادراج ہے۔ جب اس روایت میں "فی رمضان" کا لفظ ہی مدرج ہے تو اسے تراویح سے کیا تعلق رہا؟

2: مسند ابی یعلی اور قیام اللیل للمروزی سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعہ خود حضرت ابی بن کعب کا ہے جبکہ مسند احمد کی روایت میں الفاظ ہیں: عن جابر عن ابی بن کعب قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ و سلم الخ۔ [حضرت جابر حضرت ابی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ و سلم کے پاس آیا] جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ کسی اور کا ہے، حضرت ابی بن کعب کا نہیں۔

3: سب سے بڑھ کر یہ کہ آٹھ رکعت پڑھنے والا یہ کہتا ہے: "انہ کان منی اللیلۃ شئی" [رات مجھ سے یہ کام سرزد ہو گیا] اور عملت اللیلۃ عملاً [میں نے آج رات ایسا عمل کیا]۔ معلوم ہوا کہ اس نے اسی رات آٹھ پڑھیں تھیں اس سے پہلے معمول آٹھ کا نہیں تھا، اس لئے تو اس نے کہا کہ میں نے یہ انوکھا کام کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ و سلم خاموش رہے کہ جب یہ خود اس کام کو انوکھا سمجھ رہا ہے تو خواہ مخواہ اس کی تردید کیوں کی جائے۔

دلیل نمبر4:

سائب بن یزید سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھائیں۔ (موطا امام مالک)

جواب 1:

امر اول: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے کی تراویح کے ناقل یہ راوی ہیں:

نمبر شمار	راوی	تعداد رکعت	ماخذ
1	السائب بن یزید	تفصیل آگے	----
2	یزید بن رومان	23[مع الوتر]	موطا امام مالک
3	عبد العزیز بن رفیع	20	مصنف ابن ابی شیبہ
4	ابی بن کعب	20	مسند احمد بن منیع
5	یحیی بن سعید	20	مصنف ابن ابی شیبہ
6	محمد بن کعب القرظی	20	قیام اللیل للمروزی
7	حسن بصری	20	سنن ابی داؤد

یہ تمام رواۃ بیس رکعت تراویح ہی روایت کرتے ہیں، رہے سائب بن یزید تو ان کی روایت کی تفصیل درج ذیل ہے: سائب بن یزید کے تین شاگرد ہیں:

نمبر شمار	راوی	تعداد رکعات	ماخذ
1	یزید بن خصیفہ	20	السنن الکبریٰ
2	حارث بن عبد الرحمن ابی ذباب	23[مع الوتر]	مصنف عبد الرزاق
3	محمد بن یوسف	تفصیل آگے	---

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سائب بن یزید کے تین شاگردوں میں سے یزید بن خصیفہ بیس اور حارث بن عبد الرحمن ابی ذباب تیئس [مع الوتر] نقل کرتے ہیں، البتہ محمد بن یوسف نے دو باتوں میں اختلاف کیا ہے۔

1: یزید بن خصیفہ اور حارث بن عبد الرحمن ابی ذباب قاریوں کی تعداد نہیں بتاتے لیکن محمد بن یوسف نے بتائی ہے کہ دو تھے؛ ابی بن کعب اور تمیم داری۔

2: اول الذکر دو راوی تراویح بیس ہی نقل کرتے ہیں لیکن اس نے تراویح کی تعداد گیارہ، تیرہ اور اکیس نقل کی۔

محمد بن یوسف کے شاگردوں کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

نمبر شمار	راوی	تعداد رکعات	ماخذ
1	امام مالک	11	موطا امام مالک
2	یحیی بن سعید القطان	11	مصنف ابن ابی شیبہ
3	عبد العزیز بن محمد الدَّرَاوَرْدِی	11	سعید بن ابی منصور
4	محمد بن اسحاق	13	قیام اللیل للمروزی
5	داؤد بن قیس وغیرہ	21	مصنف عبد الرزاق

اس سے واضح ہوتا ہے کہ محمد بن یوسف کے پانچوں شاگردوں کے بیانات عدد و کیفیت کے لحاظ سے باہم مختلف ہیں کہ۔۔۔

1: پہلے تین شاگرد گیارہ نقل کرتے ہیں اور محمد بن اسحاق تیرہ، جبکہ پانچواں شاگرد داؤد بن قیس اکیس رکعات نقل کرتا ہے۔

2: امام مالک کی روایت میں گیارہ رکعت پڑھانے کا حکم ہے عمل کا ذکر نہیں، یحیی القطان کی روایت میں حکم کا ذکر نہیں، عبد العزیز بن محمد کی روایت میں گیارہ رکعت تو ہیں لیکن نہ حکم ہے اور نہ ابی بن کعب اور تمیم داری کا ذکر۔ محمد بن اسحاق کی روایت میں تیرہ رکعت کا ذکر ہے لیکن نہ حکم ہے اور نہ ابی و تمیم کا ذکر، اور داؤد بن قیس کی روایت میں حکم تو ہے لیکن گیارہ کی بجائے اکیس کا ذکر ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ محمد بن یوسف کی یہ روایت شدید مضطرب ہے اور اضطراب فی المتن وجہ ضعف ہوتا ہے: والاضطراب یوجب ضعف الحدیث۔

(تقریب النووی مع شرحہ التدریب: ص234)

ترجمہ: اضطراب روایت کو ضعیف بنا دیتا ہے۔

لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔

جواب 2:

امام مالک کا اپنا عمل اس کے خلاف ہے، علامہ ابن رشد لکھتے ہیں: واختار مالك فی احد قولیه ۔۔۔۔القیام بعشرین رکعة۔ (بدایہ المجتہد ج1 ص214)

امام مالک رحمہ اللہ نے ایک قول میں بیس رکعت تراویح کو اختیار فرمایا ہے۔

اور اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ راوی کا عمل اگر اپنی روایت کے خلاف ہو تو اس بات کی دلیل ہے کہ روایت ساقط ہے۔ (المنار مع شرحہ نور الانوار: ص190)

جواب 3:

روایت کے راوی سائب بن یزید کا اپنا عمل اس کے خلاف ہے کیونکہ ان سے بسند صحیح مروی ہے: عن السائب بن یزید قال کنا نقوم فی زمان عمر بن الخطاب بعشرین رکعة والوتر۔ (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ج2 ص305 کتاب الصلوۃ)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر کے زمانے میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔

فائدہ: چونکہ یہ روایت تمام رواۃ کی مرویات کے خلاف تھی اس لیے علماء نے اس کے بارے میں دو موقف اختیار کیے ہیں۔ [۱] ترجیح [۲] تطبیق

ترجیح: اس روایت (گیارہ رکعت) کو راوی کا وہم قرار دے کر مرجوح قرار دیا گیا

ہے۔ چنانچہ ابن عبد البر لکھتے ہیں: ان الاغلب عندی ان قولہ احدی عشرۃ وھم

(الزرقانی شرح موطا: ج1ص215)

ترجمہ: میرے نزدیک غالب (راجح) یہی ہے کہ راوی کا قول "احدی عشرۃ" [گیارہ رکعت] وہم ہے۔

تطبیق: بعض حضرات نے تطبیق دینے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً:

1: علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ:

لعل ھذا کان من فعل عمر اولا ثم نقلھم الی ثلاث وعشرین۔

(عمدۃ القاری: ج8ص246)

ترجمہ: ممکن ہے یہ (گیارہ رکعت) حضرت عمر کا پہلے کا عمل ہو جو تئیس رکعات (بیس تراویح اور تین وتر) تک جا پہنچا ہو۔

2: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ:

وجمع بینھما بانہ وقع اولا (ای احدی عشرۃ رکعۃ فی زمان عمر) ثم استقر الامر علی العشرین فانہ المتوارث۔ (المرقاۃ علی المشکوۃ ج3ص194)

ترجمہ: ان دونوں میں تطبیق یوں بھی دی جا سکتی ہے کہ یہ پہلے کا عمل ہو، پھر بیس رکعت پر معاملہ ٹھہر گیا ہو اور یہی عمل امت میں متواتر و متوارث چلا ہے۔

3: علامہ محمد بن علی النیموی رحمۃ اللہ علیہ:

وجمع البیھقی بینھما کانوا یقومون باحدی عشرۃ ثم قاموا بعشرین واوتروا بثلاث وقد عدوا ما وقع فی زمن عمر کالاجماع۔ (حاشیۃ آثار السنن ص221)

ترجمہ: امام بیہقی نے ان میں تطبیق یوں دی کہ (ممکن ہے) پہلے یہ لوگ گیارہ پڑھتے ہوں، پھر بیس رکعت تراویح اور تین وتر پر کاربند رہے ہوں۔

تراویح کے چند متفرق مسائل

تراویح کی رکعات کا مسئلہ:

سوال: نماز تراویح کی رکعات کتنی ہیں؟

جواب:

تراویح کی 20 رکعات ہیں، چند احادیث درج ذیل ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج2 ص284 باب کم یصلی فِي رَمَضَانَ مِن رَكعَةٍ. المعجم الکبیر للطبرانی ج5 ص433 رقم 11934، المنتخب من مسند عبد بن حمید ص218 رقم 653)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت (تراویح) اور وتر پڑھتے تھے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِيْ رَمَضَانَ فَصَلَّى النَّاسَ اَرْبَعَةً وَّعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَاَوْتَرَ بِثَلَاثَةٍ۔

(تاریخ جرجان للسہمی ص317، فی نسخۃ 142)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں ایک رات تشریف لائے اور لوگوں کو چار (فرض) بیس رکعت (تراویح) اور تین وتر پڑھائے۔

عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَمَرَ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ اَنْ يُّصَلِّيَ بِاللَّيْلِ فِيْ رَمَضَانَ ...... فَصَلّٰى بِهِمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً۔ (مسند احمد بن منیع بحوالہ اتحاف الخیرۃ المہرۃ ج2 ص424)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ میں رمضان شریف کی راتوں میں نماز (تراویح) پڑھاؤں...... تو میں نے لوگوں کو بیس رکعات نماز (تراویح) پڑھائی۔

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً وَكَانُوا يَقْرَءُونَ بِالْمِئِينِ، وَكَانُوا يَتَوَكَّؤُنَ عَلَى عُصِيِّهِمْ فِي عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ۔

(السنن الکبری للبیہقی ج2 ص496 باب مَارُوِیَ فِی عَدَدِ رَکَعَاتِ الْقِیَامِ فِی شَہْرِ رَمَضَانَ)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں (صحابہ کرام باجماعت) بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے اور قاری صاحب سو سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور لوگ لمبے قیام کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں لاٹھیوں کا سہارا لیتے۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ عَلِيٍّ اَنَّهٗ اَمَرَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ صَلَاةَ الْقِيَامِ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ اَنْ يُّصَلِّيَ بِهِمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً يُّسَلِّمُ فِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُرَاوِحَ مَابَيْنَ كُلِّ اَرْبَعِ رَكْعَاتٍ۔ (مسند الامام زید ص158)

ترجمہ: امام زید رحمہ اللہ اپنے والد امام زین العابدین رحمہ اللہ سے وہ اپنے والد حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جس امام کو رمضان میں تراویح پڑھانے کا حکم دیا تھا اسے فرمایا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھائے، ہر دو رکعت پر سلام پھیرے، ہر چار رکعت کے بعد آرام کا اتنا وقفہ دے کہ حاجت والا فارغ ہو کر وضو کر لے اور یہ کہ سب سے آخر میں وتر پڑھائے۔

حضرت زید بن وھب فرماتے ہیں: كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ يُصَلِّيْ بِنَا فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ فَيَنْصَرِفُ وَعَلَيْهِ لَيْلٌ، قَالَ الْاَعْمَشُ: كَانَ يُصَلِّيْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَيُوْتِرُ

بِثَلَاثٍ۔ (قیام اللیل للمروزی ص157)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رمضان میں ہمیں تراویح پڑھاتے تھے اور گھر لوٹ جاتے تو ابھی رات باقی ہوتی تھی۔ حدیث کے راوی امام اعمش رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

اجماع امت:

1: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اَجْمَعَ الصَّحَابَةُ عَلٰى اَنَّ التَّرَاوِيْحَ عِشْرُوْنَ رَكْعَةً۔ (مرقاۃ المفاتیح: ج3 ص346 باب قیام شہر رمضان- الفصل الثالث)

ترجمہ: تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کہ تراویح بیس رکعات ہے۔

2: محدث علامہ ابو زکریا یحیی بن شرف الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ اَنَّ صَلَاةَ التَّرَاوِيْحِ سُنَّةٌ بِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ وَهِيَ عِشْرُوْنَ رَكْعَةً۔

(کتاب الاذکار ص226 باب اذکار صلاۃ التراویح)

ترجمہ: نماز تراویح باتفاق علماء سنت ہے اور یہ بیس رکعتیں ہیں۔

تسبیح تراویح کا مسئلہ:

سوال: تراویح کی ہر چار رکعات کے بعد تسبیح تراویح پڑھنا کیسا ہے؟ کیا اس کا کوئی ثبوت بھی ہے؟

جواب:

فقہ حنفی کا اصل مسئلہ یہ ہے کہ دو ترویحہ کے درمیان نمازی کو اختیار ہے چاہے تو تسبیح کرے، چاہے حمد و ثناء کرے اور اگر چاہے تو سکوت اختیار کرے اور اگلی رکعات کا انتظار کرے۔ چند تصریحات ملاحظہ ہوں:

1: قَوْلُهٗ: وَيَجْلِسُ بَيْنَ كُلِّ تَرْوِيْحَتَيْنِ مِقْدَارَ تَرْوِيْحَةٍ وَذٰلِكَ مُسْتَحَبٌّ وَهُمْ

بِالْخِيَارِ فِي ذَلِكَ الْجُلُوسِ إِنْ شَاءُوا يُسَبِّحُونَ أَوْ يُهَلِّلُونَ أَوْ يَنْتَظِرُونَ سُكُوتًا۔

(الجوہرۃ النیرۃ: ص385)

ترجمہ: تراویح کی چار رکعت کے بعد بیٹھنا: یہ مستحب ہے اور نمازیوں کو اختیار ہے چاہیں تو اس بیٹھنے کے دوران تسبیح کرتے رہیں، لا الہ الا اللہ کا ورد کرتے رہیں یا محض خاموش بیٹھے رہیں۔

2: والانتظار بين كل ترويحتين مستحب بقدر ترويحة عند أبي حنيفة رحمه الله. وعليه عمل أهل الحرمين، غير أن أهل مكة يطوفون بين كل ترويحتين أسبوعاً، وأهل المدينة يصلون بدل ذلك أربع ركعات، وأهل كل بلدة بالخيار يسبحون أو يهللون أو ينتظرون سكوتاً. (المحیط البرہانی: ج2ص181)

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک چار رکعتوں کے بعد کچھ دیر انتظار مستحب ہے اور اسی پر اہل حرمین شریفین کا عمل ہے، فرق یہ ہے کہ مکہ والے اس دوران سات چکر لگا لیتے اور مدینہ والے اس کے بدلے چار رکعت نفل پڑھ لیتے، باقی ہر شہر والوں کو اختیار ہے چاہیں تو اس بیٹھنے کے دوران تسبیح کرتے رہیں، لا الہ الا اللہ کا ورد کرتے رہیں یا محض خاموش بیٹھے رہیں۔

نوٹ: ہر چار رکعت کے بعد کچھ دیر انتظار و استراحت کرنا یہ محض فقہ حنفی کا مسئلہ نہیں بلکہ یہ خلیفہ راشد کے عمل سے ثابت ہے۔ چنانچہ روایت میں وارد ہے:

حدثني زيد بن علي عن ابيه عن جده عن علي انه امر الذي يصلي بالناس صلاة القيام في شهر رمضان ان يصلي بهم عشرين ركعة يسلم في كل ركعتين ويراوح مابين كاربع ركعات فيرجع ذوالحاجة ويتوضأ الرجل وان يوتر بهم من آخر الليل حين الانصراف۔ (مسند الامام زید ص159، 158)

ترجمہ: امام زید رحمہ اللہ اپنے والد امام زین العابدین رحمہ اللہ سے وہ اپنے والد

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جس امام کو رمضان میں تراویح پڑھانے کا حکم دیا اسے فرمایا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھائے ہر دو رکعت پر سلام پھیرے، ہر چار رکعت کے بعد اتنا آرام کا وقفہ دے کہ حاجت والا فارغ ہو کر وضو کرلے اور سب سے آخر میں وتر پڑھائے۔

ما قبل کی وضاحت سے معلوم ہو گیا کہ اس دوران کوئی بھی تسبیح پڑھی جاسکتی ہے یا خاموش بیٹھا جاسکتا ہے۔ آج کل جو تسبیح کی جاتی ہے وہ بھی پڑھی جاسکتی ہے بشرطیکہ صرف اسی کو ضروری نہ سمجھا جائے۔ رہا اس کی فضیلت کا سوال تو کتب احادیث میں اس کے الفاظ کا ثبوت اس صورت میں ملتا ہے:

إن لله بحرا من نور حوله ملائكة من نور على خيل من نور بأيديهم حراب من نور يسبحون حول ذلك البحر سبحان ذى الملك والملكوت سبحان ذى العرش والجبروت سبحان الحى الذى لا يموت سبوح قدوس رب الملائكة والروح فمن قالها فى يوم أو شهر أو سنة مرة أو فى عمره غفر الله له ما تقدم من ذنبه وما تأخر ولو كانت ذنوبه مثل زبد البحر أو مثل رمل عالج أو فر من الزحف (الديلمى عن أنس).

(جمع الجوامع أو الجامع الكبير للسيوطي: رقم الحديث 1587)

امام نووی رحمہ اللہ نے اللهم أجرنا من النار کے انکار کرنے والوں کا خوب رد کرتے ہوئے اسے ثابت بالسنۃ مانا ہے۔

(الاذکار للنووی: ص384)

فائدہ: دعا کے الفاظ میں صیغے کی تبدیلی کی شرعاً گنجائش موجود ہے۔ جیسا کہ تلبیہ کے الفاظ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی معمولی اضافے کا ثبوت کتب حدیث میں ملتا ہے۔

تراویح میں ختمِ قرآن:

سوال: تراویح میں قرآن مکمل کرنے کی کیا شرعاً حیثیت ہے ؟ آیا ایک سے زائد مرتبہ بھی تراویح میں قرآن ختم کیا جاسکتا ہے ؟

جواب:

تراویح میں ایک بار مکمل قرآن کریم ختم کرنا سنت ہے، اس کو چھوڑنے والا تارک سنت کہلائے گا۔ ہاں ایک سے زائد مرتبہ قرآن کریم ختم کرنا باعث سعادت و ثواب ہے۔

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ مَنْ اَمَّ النَّاسَ فِيْ رَمْضَانَ فَلْيَأْخُذْ بِهِمُ الْيُسْرَ فَإِنْ كَانَ بَطِيْئَ الْقِرَاءَةِ فَلْيَخْتِمِ الْقُرْآنَ خَتْمَةً وَإِنْ كَانَ قِرَاءَةً بَيْنَ ذٰلِكَ، فَخَتَمَةً وَنِصْفاً وَإِنْ كَانَ سَرِيْعَ الْقِرَاءَةِ فَمَرَّتَيْنِ. (مصنف ابن ابی شیبۃ: ج5 ص222 باب فی صلاۃ رمضان)

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص رمضان میں لوگوں کو نماز تراویح پڑھائے وہ ان سے آسانی کا معاملہ کرے۔ اگر اس کی قرأت آہستہ ہو تو ایک قرآن کریم کا ختم کرے، قرأت کی رفتار درمیانی ہو تو ڈیڑھ اور اگر تیز قرأت کر سکتا ہو تو پھر دوبار قرآن کا ختم کرے۔

قَالَ الْإِمَامُ الْفَقِيْهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْحَصْكَفِيُّ رَحِمَهُ اللهِ :(وَالْخَتْمُ)مَرَّةً سُنَّةٌ وَمَرَّتَيْنِ فَضِيْلَةٌ وَثَلَاثًا اَفْضَلُ (وَلَا يُتْرَكُ) الْخَتْمُ (لِكَسْلِ الْقَوْمِ).

(الدر المختار للحصکفی :ج2 ص601 کتاب الصلاۃ، مبحث صلاۃ التراویح)

ترجمہ: امام محمد بن علی الحصکفی فرماتے ہیں: تراویح میں ایک بار قرآن مجید ختم کرنا سنت، دوبار فضیلت اور تین بار افضل ہے، قوم کی سستی کی وجہ سے چھوڑا نہ جائے۔

اَلسُّنَّةُ فِي التَّرَاوِيْحِ اِنَّمَا هُوَ الْخَتْمُ مَرَّةً فَلَا يُتْرَكُ لِكَسْلِ الْقَوْمِ.

(فتاوی عالمگیریہ ج1 ص130 فصل فی التراویح)

ترجمہ: تراویح میں ایک بار ختم قرآن کرنا سنت ہے، لوگوں کی سستی کی وجہ سے ترک نہ کیا جائے۔

تراویح میں قرآن مجید دیکھ کر پڑھنے کا مسئلہ:

سوال: کیا تراویح میں قرآن کریم دیکھ کر پڑھنا جائز ہے؟

جواب: تراویح میں قرآن پاک دیکھ کر پڑھنا جائز نہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : نَهَانَا أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنْ نَؤُمَّ النَّاسَ فِي الْمُصْحَفِ۔ (کتاب المصاحف لابن ابی داود: ص 711 باب ہل یؤم القرآن)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں منع فرمایا کہ ہم امام بن کر قرآن پاک دیکھ کر پڑھائیں۔

عَنْ مُجَاهِدٍ أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يَؤُمَّ الرَّجُلُ فِي الْمُصْحَفِ۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ج 5 ص 89 باب من کرہہ [ای الامامۃ بالقراءۃ فی المصحف])

ترجمہ: حضرت مجاہد رحمہ اللہ اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ آدمی امام بنے اور قرآن دیکھ کر پڑھائے۔

نابالغ کی امامت کا مسئلہ:

سوال: کیا نابالغ بچے کے پیچھے تراویح ادا کی جاسکتی ہے؟

جواب: نابالغ بچے کے پیچھے تراویح ادا کرنا جائز نہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : نَهَانَا أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنْ نَؤُمَّ النَّاسَ فِي الْمُصْحَفِ، وَنَهَانَا أَنْ يَّؤُمَّنَا إِلَّا الْمُحْتَلِمُ۔

(کتاب المصاحف لابن ابی داود: ص 711 باب ہل یؤم القرآن فی المصحف)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: امیر المومنین حضرت

عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں منع فرمایا کہ ہم امام بن کر قرآن پاک دیکھ کر پڑھائیں اور ہمیں یہ حکم دیا کہ بالغ امامت کروائیں۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: لَا يَؤُمُّ الْغُلَامُ حَتّٰى تَجِبَ عَلَيْهِ الْحُدُوْدُ.

(نیل الاوطار للشوکانی: ج 3 ص 176 باب ماجاء فی امامۃ الصبی)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بچہ امامت نہ کرائے جب تک اس قابل نہ ہو جائے کہ اس پر حدود لگ سکیں (یعنی بالغ ہو جائے)۔

تراویح کی اجرت کا مسئلہ:

سوال: کیا حافظ قرآن کے لیے تراویح کا معاوضہ لینا جائز ہے؟ رقم طے کر کے تراویح پڑھانا کیسا ہے؟ اگر مقتدی اپنی خوشی سے ہدیہ دیں تو امام کے لیے لینا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: ہمارے محققین اکابر اور دورِ حاضر کے مستند مفتیان کرام کا فتویٰ یہی ہے کہ تراویح کا معاوضہ لینا شرعاً جائز نہیں ہے اور رقم طے کر کے تراویح پڑھانا بھی جائز نہیں ہاں اگر لوجہ اللہ تراویح پڑھانے والا کوئی حافظ نہ ملے تو تراویح پڑھانے والے کو ماہ رمضان میں نائب امام بنایا جائے، اس کے ذمے ایک یا دو نماز مقرر کر دی جائے اور معقول تنخواہ طے کر دی جائے۔ اگر پہلے سے وہی امام مقرر ہے اور تراویح بھی اسی نے پڑھانی ہے تو اس کی تنخواہ میں خاطر خواہ اضافہ کر دیا جائے تو جائز ہو گا، کیونکہ امام کی اجرت کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ امام کو چاہیے کہ اللہ کی رضا کی خاطر پڑھائے۔ معاوضہ طے بھی نہ کرے، لینے کی نیت بھی نہ رکھے، تاہم مقتدیوں میں سے کوئی امام صاحب کو ہدیہ دینا چاہے تو امام کے لیے ہدیہ لینے کی گنجائش ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

کیا بعض ائمہ احناف آٹھ تراویح کے قائل تھے؟

سوال:

آج کل بعض غیر مقلدین کی طرف سے یہ سننے میں آرہاہے کہ بعض حنفی علماء بھی آٹھ رکعات تراویح کے قائل تھے اوران قائلین میں بڑے بڑے حضرات علماء ہیں مثلا: امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام ابن ہمام رحمہ اللہ، علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ، امام طحطاوی رحمہ اللہ، ملا علی قاری رحمہ اللہ، علامہ عبد الحئی لکھنوی رحمہ اللہ، علامہ سیوطی رحمہ اللہ، علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ وغیرہ یہ تمام حضرات آٹھ رکعات تراویح کے قائل تھے اور بطور دلائل کے یہ حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔

مثلا امام ابو حنیفہ کے متعلق یہ حوالہ دیتے ہیں:

1: عن ابی حنیفة رحمه الله عن ابی جعفر ان صلوة النبی صلی الله علیه وسلم باللیل کانت ثلث عشرة رکعةً منهن ثلاث رکعات الوتر ورکعتا الفجر۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ؛ ابو جعفر سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تیرہ رکعتیں ہوا کرتی تھی جس میں تین وتر اور دو فجر کی سنتیں شامل تھیں

(مسند امام اعظم ص187 باب التہجد)

2: امام ابن ہمام کے بارے میں کہتے ہیں:

امام ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ نے ام المومنین رضی اللہ عنہا والی حدیث سے نتیجہ نکالا ہے: فتحصل من هذا کلهِ قیام رمضان سنته احدی عشر رکعةً بالوتر فعله رسول الله صلی الله علیه وسلم۔

(فتح القدیر شرح ہدایہ ج1 ص334 طبع مصر)

حاصل بحث یہ ہے کہ نماز تراویح وتر سمیت گیارہ رکعات ہی سنت ہے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی قدر نماز تراویح ادا کی۔قال ابن همام ان ثمانية ركعات سنة مؤكدة۔ (العرف الشذی ج1ص166)

3: علامہ ابن نجیم حنفی: ابن نجیم المصری حنفی اپنی کتاب" بحر الرائق" میں فرماتے ہیں:وقد ثبت ان ذٰلك كان احدى عشرة ركعة بالوتر كما ثبت فى الصحيحين من حديث عائشة فيكون المسنون على اصول مشائخنا ثمانية منها ۔ (بحر الرائق ج2ص66)

4: امام طحطاوی نے بھی در مختار میں یہی لکھا ہے جو ابن ہمام سے منقول ہے۔

5: ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اعلم انه لم يوقت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فى التراويح عدداً معينا بل لا يزيد فى رمضان ولا فى غيره على احدىٰ عشرة ركعةً ۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ)

6: علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:وكان النبى صلى الله عليه وسلم قيامه بالليل هووتره يصلى بالليل فى رمضان وغيره احدى عشر ركعةً ۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لم يثبت انه صلى الله عليه وسلم صلى عشرين ركعة والوجه الثانى انه قد ثبت فى صحيح البخارى وغيره ان عائشة سئلت عن قيام رسول الله صلى الله عليه وسلم فى رمضان فقالت ما كان يزيد رمضان ولا فى غيره على احدى عشرة ركعة ۔ (المصابیح فی الصلوۃ التراویح ص603)

7: مولانا عبد الحئی لکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

آٹھ رکعتیں اور تین رکعات وتر با جماعت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین راتوں سے زیادہ منقول نہیں اس لئے کہ امت پر نماز تراویح فرض نہ ہو جائے۔
(مجموعہ فتاوی ج1ص354)

8: سید محمد انور شاہ کشمیری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہی ثابت ہے کہ حضور کی تراویح آٹھ رکعات ہے: ولامناص من تسلیم ان تراویحہ علیہ السلام کانت ثمانیۃ رکعات۔

(العرف الشذی ج1 ص101، 166)

9: مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی رحمہ اللہ کشف الغطاء تعلیق مؤطا مالک ص96 میں لکھتے ہیں قال الکرمانی اتفقوا علی ان المراد بقیام رمضان صلوۃ التراویح کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بالاتفاق قیام رمضان سے مراد نماز تراویح ہے۔ما جاءَ فی قیام شہر رمضان ویسمی التراویح کما تقدم قال الکرمانی اتفقو اعلی ان المراد بقیام رمضان التراویح وبہ جزم النووی وغیرہ. (ص97 کشف الغطا)

یہ وہ مذکورہ حوالاجات ہیں جن کے پیش نظر کہتے ہیں کہ حنفی علماء بھی آٹھ رکعات تراویح کے قائل تھے۔مذکرہ بالا حوالوں کی روشنی میں وضاحت طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا واقعی ان حضرات کا یہی موقف تھا جو اوپر بیان ہوا یا۔۔۔؟

السائل کاشف احمد، گجرات

الجواب بعون الوہاب:

اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہمیشہ اہل حق اہل السنۃ والجماعۃ سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے آپ نے سوال میں جن بعض اکابر کے نام لیے ہیں یقیناوہ اہل السنۃ والجماعۃ سے تعلق رکھتے ہیں اور جمہور اہل علم کے ساتھ متفق ہیں اللہ ہم سب کا انہی کے ساتھ تعلق قائم ودائم رکھے۔

1: امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک:

مسند امام اعظم سے جو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نقل کی

ہے وہ تہجد کے متعلق ہے نہ کہ تراویح کے۔خود حدیث میں صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل کے الفاظ موجود ہیں جن کا معنٰی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز تیرہ رکعات ہوتی تھی اور رات کی نماز سے مراد تہجد ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد تیرہ رکعات ہوتی تھی وتر بھی اس میں شامل ہوتے تھے۔

حدیث مبارک میں لفظ صلوۃالنبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل اس بات کی واضح دلیل ہے کہ امام صاحب تو نماز تہجد کی رکعات ثابت کر رہے ہیں نہ کہ نماز تراویح کی۔

مناسب ہے کہ آپ کے سامنے امام صاحب رحمہ اللہ کا مسلک بھی نقل کر دیا جائے تاکہ بات کھل کر سامنے آجائے۔کتاب الآثار لابی یوسف میں روایت موجود ہے ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم ان الناس کانو ایصلون خمس ترویحات فی رمضان۔

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ حماد سے وہ ابراھیم سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک لوگ رمضان میں پانچ ترویحے یعنی بیس رکعات پڑھاتے۔

فتاوی قاضی خان میں ہے: التراویح سنۃ مؤکدۃ للرجال والنساء توارثھا الخلف عن السلف من لدن تاریخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیٰ یومنا و ھٰکذا رویٰ الحسن عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ انھا سنۃ لاینبغی ترکھا ....وقد واظب علیھا الخلفاء الراشدون رضی اللہ عنھم وقال علیہ السلام علیکم بسنتی وسنۃالخلفاء من بعدی۔

(فتاویٰ قاضی خان برھامش فتاویٰ عالمگیریہ ج1ص332)

ترجمہ: نماز تراویح مردوں اور عورتوں کے لیے سنت مؤکدہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر آج تک ہر دور کے اخلاف (بعد والوں) نے اپنے

اسلاف (پہلے والوں) سے اس کو توارث سے پایا ہے اور اسی طرح حسن رحمہ اللہ نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ بے شک تراویح سنت ہے اس کو چھوڑنا، نامناسب ہے، پھر لکھتے ہیں: مقدار التراویح عند اصحابنا والشافعی رحمہ اللہ ماروی الحسن عن ابی حنیفة رحمہ اللہ قال القیام فی شھر رمضان سنة لاینبغی ترکھا یصلی اھل کل مسجد فی مسجدھم کل لیلة سوی الوتر عشرین رکعة خمس ترویحات بعشر تسلیمات یسلم فی کل رکعتین۔

(فتاویٰ قاضی خان ص234)

ترجمہ: تراویح کی مقدار ہمارے اصحاب وامام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وہ ہے جو حسن رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہے فرمایا قیام رمضان (تراویح) سنت ہے اس کو ترک کرنا، نامناسب ہے۔ ہر مسجد والے اپنی مسجد میں ہر رات وتروں کے علاوہ بیس رکعات تراویح پڑھیں۔ پانچ ترویحے۔ دس سلاموں کے ساتھ اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیں۔

بدایۃ المجتہد میں ہے: فاختار مالك فی احد قولیه وابو حنیفة والشافعی و احمد وداؤد رحمھم اللہ القیام بعشرین رکعة سوی الوتر۔

(بدایۃ المجتہد ج1 ص210)

ترجمہ: امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے دو قولوں میں سے ایک میں اور امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد اور داؤد ظاہری نے بیس رکعات تراویح کا قیام پسند کیا ہے، سوائے وتر کے۔

رحمۃ الامۃ میں ہے:

فالمسنون عند ابی حنیفة والشافعی و احمد رحمھم اللہ عشرون رکعةً۔

(رحمۃ الامۃ ص23)

ترجمہ: امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور احمد رحمہم اللہ کے نزدیک مسنون تراویح بیس رکعات ہیں۔

محترم قارئین! فقہ حنفیہ کے تمام متون اور شروحات میں التراویح عشرون رکعات اور خمس ترویحات کی تصریح موجود ہے لیکن اتنی بڑی تصریحات کے باوجود معترضین کا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نام پر عوام الناس کو دھوکہ دینا اور ان کی طرف آٹھ رکعات تراویح کی جھوٹی نسبت کرنا نہایت تعجب خیز ہے اور حیران کن۔

2: امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کا شاذ قول:

محترم قارئین مذکرہ بالا امام ابن ہمام کے قول کی حیثیت شاذ اور مرجوح ہے اور ان کا ذاتی تفرد ہے ہمارے علماء اہل السنت اس کی تصریح بارہا کر چکے ہیں کہ شاذ اور تفرادت کا کوئی اعتبار نہیں چنانچہ امام ابن ہمام رحمہ اللہ کے عظیم شاگرد علامہ قاسم بن قطلوبغا فرماتے ہیں: لاعبرۃ بابحاث شیخنا یعنی ابن الھمام التی خالفت المنقول یعنی فی المذھب۔

(شامی ج1 ص225)

ترجمہ: ہمارے شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ کی وہ بحثیں جن میں منقول فی المذہب مسائل کی مخالفت ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

باقی معترضین کا یہ کہنا کہ امام ابن ہمام آٹھ رکعات تراویح کے قائل ہیں یہ بات سراسر بددیانتی ہے ہے کیونکہ امام ابن ہمام آٹھ رکعات تراویح کے قائل نہیں بلکہ وہ بھی پوری امت کی طرح بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں۔

چنانچہ لکھتے ہیں: ثم استقر الامر علی العشرین فانه المتوارث۔

(فتح القدیر ج1 ص407)

یعنی بالآخر تراویح کے مسئلہ نے بیس رکعات پر استقرار پکڑا اپس عمل توارث کے ساتھ چلا آرہا ہے۔

امام ابن ہمام رحمہ اللہ بیس رکعات تراویح کے ہی قائل ہیں البتہ ان کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کو مستحب سمجھنا اور تہجد وتراویح کی الگ الگ حدیثوں کو ایک دوسرے کا معارض سمجھنا شاذ، خلافِ اجماع ہے اور تفرد ہے۔

اہل السنت والجماعت کا اصول ہے: وان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق للاجماع.

(در مختار ج1 ص31)

یعنی قاضی کا حکم کرنا یا مفتی کا فتویٰ دینا مرجوح قول پر جہالت اور اجماع کی مخالفت ہے۔ یعنی باطل اور حرام ہے۔

3: امام ابنِ نجیم حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک:

ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ کے بارے میں بھی معترضین ان کی ایک عبارت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ آٹھ رکعات تراویح کے قائل تھے حالانکہ امام ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قوله عشرون ركعة، بيان لكميتها وهو قول الجمهور لما في المؤطا عن يزيد بن رومان قال كان الناس يقومون في زمن عمر بن الخطاب رضي الله عنه بثلاث وعشرين ركعة وعليه عمل الناس شرقاً وغرباً۔

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق ج2 ص66)

ترجمہ: مصنف کا قول ہے کہ تراویح بیس رکعات ہے یہ نماز تراویح کے عدد کا بیان ہے کہ وہ بیس رکعات ہے اور یہی جمہور کا قول ہے اس لئے کہ مؤطا امام مالک رحمہ اللہ میں یزید بن رومان رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی

اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ 23رکعات پڑھتے تھے (بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر) مشرق اور مغرب میں لوگوں کا اسی پر عمل ہے۔

4:امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک:

امام طحطاوی حنفی رحمہ اللہ آٹھ رکعات تراویح کے قائل نہیں بلکہ وہ بھی دوسرے علماء احناف کی طرح بیس کے قائل ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ بیس رکعات تراویح پر توارث کے ساتھ اجماع ہے۔

(طحطاوی ج1ص468)

5:ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک:

ملا علی قاری رحمہ اللہ کے نام سے جو عبارت پیش کی گئی وہ عبارت ملا علی قاری رحمہ اللہ کی نہیں بلکہ انہوں نے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ حنفی بذات خود بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:لکن اجمع الصحابة علی ان التراویح عشرون رکعةً

یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیس رکعات تراویح پر اجماع ہے۔

(مرقاۃ ج3ص194)

اسی طرح ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح نقایہ ص 104 میں بھی بیس رکعات تراویح پر اجماع نقل کیا ہے۔

6:امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک:

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں، چنانچہ امام موصوف؛علامہ سبکی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ومذہبنا ان التراویح عشرون رکعةلما روی البیہقی وغیرہ بالا سناد

الصحیح عن السائب بن یزید الصحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کنا نقوم علی عهد عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعشرین رکعة والوتر۔

(الحاوی للفتاویٰ ج1 ص350)

اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ نماز تراویح بیس رکعات ہے اس لیے کہ بیہقی وغیرہ نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت سائب بن یزید صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم لوگ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بیس رکعات تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔ پھر لکھا ہے: استقر العمل علی ھذا۔ یعنی بالآخر بیس رکعات تراویح پر عمل پختہ ہوا یعنی خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیس رکعات پر اتفاق اور اجماع کیا ہے۔

اور پھر بعض لوگ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کو اپنا ہم خیال سمجھ کر ان کی یہ عبارت نقل کر دیتے ہیں: واما ما رواہ ابن ابی شیبة من حدیث ابن عباس رضی اللہ عنهما کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یصلی فی رمضان عشرین رکعةً والوتر فاسنادہ ضعیف وقد عارضه حدیث عائشة ھذا الذی فی الصحیحین مع کونها اعلم بحال النبی صلی اللہ علیه وسلم لیلا من غیرھا واللہ اعلم۔

(فتح الباری ج4 ص319)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ مسئلہ تراویح میں امام شافعی رحمہ اللہ کے سچے پیروکار تھے اور شافعیہ کا بیس رکعات تراویح پر اتفاق چلا آرہا ہے۔

امام موصوف؛ امام رافعی رحمہ اللہ کے واسطے سے نقل کرتے ہیں: انه صلی اللہ علیه وسلم صلی بالناس عشرین رکعة لیلتین فلما کان فی اللیلة الثالثة اجتمع الناس فلم یخرج الیهم ثم قال من الغد خشیت ان تفرض علیکم فلا تطیقونها۔

اس کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں "متفق علی صحته" اس کی صحت پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔

(تلخیص الجبیر فی تخریج احادیث الرافع الکبیر ج1 ص540)

معلوم ہوا حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے نزدیک جس روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیس رکعات تراویح پڑھنا ثابت ہے اس کی صحت پر محدثین کا اتفاق ہے۔

7: علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک :

آپ کے مجموعہ فتاویٰ سے سوال اور جواب ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: حنفیہ بست رکعت تراویح سوائے وتر میخوانند و در حدیث صحیح از عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وارد شدہ ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ پس سند بست رکعت چیست؟

جواب: روایت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا محمول بر نماز تہجد است کہ در رمضان و غیر رمضان یکساں بود و غالباً بعد یازدہ رکعت مع الوتر بر سند و دلیل بریں محل آنست کہ راوی ایں حدیث ابو سلمہ است در نیہ ایں حدیث میگوید قالت عائشہ رضی اللہ عنہا فقلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنام قبل ان توتر قال یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی کذا رواہ البخاری و مسلم و نماز تراویح در عرف آں وقت قیام رمضان مے گفتند و حد صحاح ستہ بروایات صحیحہ مرفوعہ الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعین عدد قیام رمضان مصرح نشدہ این قدر ہست کہ قالت عائشہ کان رسول اللہ یجتھد فی رمضان مالا یجتھد فی غیرہ رواہ مسلم لیکن در مصنف ابن ابی شیبہ و سنن بیہقی بروایت ابن عباس وارد شدہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

يصلي فی رمضان جماعة بعشرين رکعة والوتر ورواه البيهقی فی سننه باسناد صحيح عن السائب بن يزيد قال كانوا يقومون فی عهد عمر بن الخطاب رضی الله عنه فی شهر رمضان بعشرين رکعة۔

(مجموعہ فتاوی مولانا عبد الحئی لکھنوی رحمہ اللہ ص59,58)

اس عبارت میں وضاحت کے ساتھ مولانا عبد الحئی لکھنوی رحمہ اللہ فرما رہے ہیں کہ بیس رکعات تراویح صحیح اسناد کے ساتھ ثابت ہے اور امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی روایت تہجد پر محمول ہے پھر بھی ان کے نام لے کر یہ کہنا کے وہ آٹھ رکعات تراویح کے قائل تھے بہر حال ہماری سمجھ سے دور ہے۔

مولانا موصوف اپنی ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں: ان مجموع عشرين رکعة فی التراويح سنة موكدة لانه مما واظب عليه الخلفاء وان لم يواظب عليه النبی صلی الله عليه وآله وسلم وقد سبق ان سنة الخلفاء ايضاً لازم الاتباع وتاركها آثم و ان كان اثمه دون اثم تارك السنة النبوية فمن اكتفى على ثمان ركعات يكون مسيئاً لتركه سنة الخلفاء وان شِئت ترتيبه على سبيل القياس فقل عشرون ركعة فی التراويح مما واظب عليه الخلفاء الراشدون وكل ما واظب عليه الخلفاء سنة موكدة ثم تضمه مع ان كل سنة موكدة ياثم تاركها فينتبع عشرون ركعة يا ثم تاركها و مقدمات هذا القياس قد ا ثبتنا ها فی الاصول السابقه۔

(تحفة الاخيار فی احياء سنة سيد الابرار ص209)

ترجمہ: تراویح میں بیس رکعات سنت مؤکدہ ہیں اس لئے کہ اس پر خلفائے راشدین نے مداومت کی ہے اگرچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مداومت نہیں کی اور پہلے بتایا جاچکا ہے کہ خلفاء راشدین کی سنت بھی واجب الاتباع ہے اور اس

کا چھوڑنے والا گنہگار ہے اگرچہ اس کا گناہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ترک کرنے والے سے کم ہے لہٰذا جو شخص آٹھ رکعات پر اکتفاء کرے وہ برا کام کرنے والا ہے کیونکہ اس نے خلفاراشدین کی سنت ترک کر دی اگر تم قیاس کے طریقے پر اس کی ترتیب سمجھنا چاہو تو یوں کہو بیس رکعات تراویح پر خلفاء راشدین نے مواظبت کی اور جس پر خلفاء راشدین نے مواظبت کی ہو وہ سنت مؤکدہ ہے لہٰذا بیس رکعات تراویح بھی سنت مؤکدہ ہے پھر اس کے ساتھ یہ بھی ملاؤ کہ سنت مؤکدہ کا تارک گنہگار ہوتا ہے لہٰذا بیس رکعات کا تارک بھی گنہگار ہو گا۔ اس قیاس کے مقدمات ہم اصول سابقہ میں ثابت کر چکے ہیں۔

قارئین! مولانا عبد الحئی لکھنوی رحمہ اللہ تو فرماتے ہیں کہ آٹھ رکعات تراویح پڑھ کر باقی رکعتوں کو چھوڑنے والا گنہگار ہے کیونکہ بیس رکعات تراویح سنت مؤکدہ ہے۔ مولانا عبد الحئی لکھنوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: فمودی ثمان رکعات یکون تارکاللسنۃ المؤکدہ۔

(حاشیہ ہدایہ ج1 ص131 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

یعنی صرف آٹھ رکعات تراویح ادا کرنے والا سنت مؤکدہ کا تارک (گناہ گار) ہے کیونکہ سنت مؤکدہ کو ترک کرنا گناہ ہے۔

علاوہ ازیں علامہ عبد الحئی لکھنوی رحمہ اللہ نے مؤطا امام محمد کے حاشیہ پر لکھا: بیس رکعات تراویح پر اجماع ہے اور نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے۔

8: علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک:

امام العصر خاتم المحدثین علامہ انور شاہ کشمیری خود بیس تراویح کے قائل ہیں اور آٹھ رکعات پڑھنے والے کو سواد اعظم (اہل السنت والجماعت) سے خارج سمجھتے

ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں: واما من اکتفیٰ بالرکعات الثمانیہ وشذ عن السواد الاعظم وحبل یر میهم بالبدعة فلیر عاقبة۔

(فیض الباری شرح صحیح بخاری ج3 ص181)

یعنی جو شخص آٹھ رکعات پر اکتفا کر کے سواد اعظم سے کٹ گیا اور سواد اعظم کو بدعتی کہتا ہے وہ اپنا انجام سوچ لے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں: لم یقل احد من الائمة الاربعة باقل من عشرین رکعة فی التراویح والیه جمهور الصحابة رضی الله عنهم ... وقال ابن همام ان ثمانیة رکعات سنة مؤکدة وثنتی عشر رکعةً مستحبة وماقال بهذا احد اقول ان سنة الخلفاء الراشدین ایضاًیکون سنة الشریعة لما فی الا صول ان السنة سنة الخلفاء وسنة علیه السلام وقد صح فی الحدیث علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین فیکون فعل الفاروق الاعظم ایضاسنةً...ففی التاتارخانیة سئل ابو یوسف ابا حنفیة رحمه الله ان اعلان عمر بعشرین رکعةً هل کان له عهد منه علیه السلام قال ابو حنیفة رحمه الله ما کان عمر مبتدعا ای لعله یکون له عهد فدل علی ان عشرین رکعةً لا بدله من ان یکون لها اصل منه علیه السلام ...واستقر الامر علی عشرین رکعةً۔

(العرف الشذی علی هامش الترمذی ج1 ص99،100)

ترجمہ: ائمہ اربعہ میں سے کسی نے نہیں کہا کہ نماز تراویح بیس رکعات سے کم ہے اور اسی طرف جمہور صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم گئے ہیں اور ابن ہمام رحمہ اللہ نے جو کہا ہے کہ آٹھ رکعات سنت مؤکدہ ہے اور بارہ رکعات مستحب ہے اور یہ بات کسی اور نے نہیں کہی (یعنی ابن ہمام رحمہ اللہ کا تفرد ہے)

خلفاءراشدین کی سنت بھی شریعت کی سنت ہے کیونکہ اصول میں ہے حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور خلفاء راشدین کی سنت، سنت ہے اور یہ بات صحیح حدیث میں ہے کہ تم پر میری سنت اور خلفاء راشدین مھدیین کی سنت لازم ہے، فاروق اعظم کا عمل بھی سنت ہے۔ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو بیس رکعات تراویح کا اعلان کیاہے کیا انہوں نے اس کا علم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پایاہے ؟امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (معاذ اللہ) مبتدع نہیں تھے یعنی شاید ان کے پاس اس کا علم تھا یہ بات دلالت کرتی ہے کہ لامحالہ بیس رکعات تراویح کی اصل خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور تراویح کا استقرار بیس رکعات پر ہے ۔

9: مولانا اشفاق الرحمن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک:

مولانا موصوف بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں: والظاھر عندی مارجحہ ابن عبدالبر لان جل المرویات نص فی انھا کانت عشرین رکعۃ۔

(کشف الغطاء حاشیہ مؤطا امام مالک ص 98)

میرے نزدیک بھی بات وہی ہے جس کو ابن عبد البر نے ترجیح دی ہے بیس رکعات تراویح کیونکہ بڑی بڑی روایات اس بارے میں واضح ہیں کہ نماز تراویح بیس رکعات ہے۔

مندرجہ بالا دلائل سے یہ معلوم ہوا کہ علمائے اہل السنت والجماعت بالخصوص علمائے احناف کو آٹھ رکعات تراویح کا قائل ماننا سراسر ناانصافی ہے۔ تمام علمائے احناف کثر اللہ سوادھم امت مرحومہ کے اجماعیت کو تسلیم کرتے ہوئے 20 رکعات تراویح ہی ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں انہیں کے نقش قدم پر چلائے۔

وتر کے مسائل

بد قسمتی کہیے! بعض لوگوں نے گویا قسم اٹھا رکھی ہے کہ اہل السنت والجماعت کی مخالفت ہر حال کرنی ہی کرنی ہے۔ چنانچہ عقائد ہوں یا مسائل۔ انہوں نے الگ سے اپنی راہ نکالی ہے، بالخصوص نماز کے اہم مسائل میں امت میں انتشار اور افتراق اس طبقے کی خاص پہچان ہے۔ رمضان میں تراویح اور تہجد کو ایک کہنا، رکعات تراویح میں آٹھ پر ضد کرنا اور نماز وتر میں چند درج ذیل مقامات پر اختلاف کرنا۔

1: وتر کا حکم

2: تعداد رکعات وتر

3: کیفیت وتر (دو تشہد ایک سلام کے ساتھ)

4: الفاظ قنوت

5: قنوت قبل الرکوع

6: رفع الیدین عند القنوت

اس لیے ہم نے ضروری سمجھا کہ تراویح کے ساتھ ساتھ وتر کے بھی ان مقامات کی نشاندہی کر دی جائے جہاں یہ لوگ امت سے اختلاف کرتے ہیں مزید یہ کہ اہل السنت والجماعت کا مؤقف اور دلائل آپ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ چنانچہ مفصل اور مدلل بحث ملاحظہ فرمایئے۔

نوٹ: تعداد رکعات وتر پر ان کے پیش کردہ دلائل کا الگ سے جائزہ لیا گیا ہے جو اس مضمون کے متصل بعد آرہا ہے۔

1 وتر کا حکم:

وتر واجب ہیں۔ فرض نہیں اور وجوب وتر پر احادیث صحیحہ، مرفوعہ، آثار صحابہ اور آثار تابعین موجود ہیں۔

احادیث مرفوعہ اور وجوب وتر:

:1 عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- يَقُولُ « الْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُوتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا الْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُوتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا الْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُوتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا.

(سنن ابی داود ج1 ص208 باب فمن لم یوتر)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں میں نے آپ علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا نماز وتر حق ہے جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم سے نہیں (یہ ارشاد تین بار فرمایا)

فائدہ: امام حاکم رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

(فتح القدیر ج1 ص371 نصب الرایہ ج2 ص112)

:2 عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: الْوِتْرُ حَقٌّ، فَمَنْ لَمْ يُوتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا.

(مستدرک حاکم ج1 ص609، مصنف ابن ابی شیبہ ج2 ص197)

:3 عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صلى الله عليه وسلم- « الْوِتْرُ حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ. (ابو داود ج1 ص208)

:4 عن عبد الله عن النبی قال الوتر واجب علی کل مسلم

(مسند بزار ج5 ص67 رقم الحدیث 1637)

ترجمہ: نماز وتر ہر مسلمان پر حق ہے۔

5: عن أبي أيوب عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: الوتر حق واجب

(دار قطنی ص283باب الوتر)

6: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- : « مَنْ نَامَ عَنْ وِتْرِهِ أَوْ نَسِيَهُ فَلْيُصَلِّهِ إِذَا أَصْبَحَ أَوْ ذَكَرَهُ.

(مستدرک حاکم ج1ص604رقم1168)

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایسا شخص جو وتر ادا کرنا بھول جائے یا اس وقت سو جائے جب یاد آجائے یا جاگ ہو جائے تو وہ وتر ادا کرے۔

7: عن خارجه بن حذافة أنه قال: خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال إن الله أمدكم بصلاة هي خير لكم من حمر النعم الوتر جعله الله لكم فيما بين صلاة العشاء إلى أن يطلع الفجر. (جامع الترمذی باب الوتر)

ترجمہ: حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ علیہ السلام ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا اللہ تعالیٰ تم پر ایک ایسی نماز کا حکم کیا ہے جو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے اور یہ وتر ہے جس کا وقت عشاء اور فجر کے درمیان ہے۔

8: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَوْتِرُوا قَبْلَ أَنْ تُصْبِحُوا

(صحیح مسلم ج1ص285)

ترجمہ: آپ علیہ السلام نے فرمایا صبح سے پہلے وتر ادا کرو۔

9: عَنْ عَلِيٍّ رضى الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَوْتِرُوا يَا أَهْلَ اَلْقُرْآنَ. (جامع ترمذی ص60، سنن ابوداود ج1ص207)

ترجمہ: آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے قرآن کو ماننے والو وتر ادا کرو۔

فائدہ: مذکورہ بالا روایات کی روشنی میں وتر چھوڑنے والے پر وعید اور سختی، مزید یہ کہ جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں اور امر کے صیغوں سے امت کو اس کا حکم دینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وتر واجب ہیں۔ نیز وتر کی قضاء کا لازم ہونا بھی وجوبِ وتر کی مستقل دلیل ہے۔

فائدہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ قضاء وتر کی حدیث کے تحت تحریر فرماتے ہیں: اس حدیث سے واضح ہوا کہ نماز وتر کی قضاء واجب اور ضروری ہے اور وجوب قضاء وجوب ادا کی فرع ہے۔ (اوجز المسالک ج1 ص432)

آثار صحابہ اور وجوبِ وتر:

1: عَنْ أَبِي مَرْيَمَ ، قَالَ : جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عَلِيٍّ ، فَقَالَ : إِنِّي نِمْتُ وَنَسِيتُ الْوِتْرَ حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ : إِذَا اسْتَيْقَظْتَ وَذَكَرْتَ ، فَصَلِّ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج2 ص192 باب من قال یوتر وان اصبح وعلیہ قضاءہ)

ترجمہ: ایک شخص حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے پاس آیا اور آکر عرض کی کہ اے امیر المومنین اگر میں سو جاؤں اور وتر ادا کرنا بھول جائوں یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے (تو میں کیا کروں؟) آپ نے فرمایا جب تو جاگ جائے اور یاد آجائے تو اسے ادا کرو۔

2: عَنْ وَبَرَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنْ رَجُلٍ أَصْبَحَ، وَلَمْ يُوتِرْ ؟ قَالَ: أَرَأَيْتَ لَوْ نِمْتَ عَنِ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، أَلَيْسَ كُنْتَ تُصَلِّي ؟ . كَأَنَّهُ يَقُولُ: يُوتِرُ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج2 ص191 رقم الحدیث4)

ترجمہ: حضرت وبرہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کہ جو وتر ادا کیے بغیر صبح کر دے۔ آپ نے فرمایا: تیرا

کیا خیال ہے کہ اگر تو نماز فجر کے وقت سو جائے اور سورج طلوع ہو جائے تو کیا تیری نماز معاف ہو جائے گی؟ گویا انہوں نے یوں کہا کہ قضاء شدہ وتروں کو ادا کرو۔

3: عَنْ أَبِي أَيُّوبَ، قَالَ: الْوِتْرُ حَقٌّ، أَوْ وَاجِبٌ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج2ص197رقم الحدیث 3باب من قال الوتر واجب)

ترجمہ: حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وتر حق ہے یایوں فرمایا کہ وتر واجب ہیں۔

آثار تابعین اور وجوب وتر:

1: عن مجاهد قال واجب الوتر ولم يكتب۔

(مصنف عبد الرزاق ج1ص388رقم 96،4595باب وجوب الوتر)

ترجمہ: حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں، وتر واجب ہیں فرض نہیں۔

2: عن طاوس قال الوتر واجب يعاد اليه اذا نسى۔

ترجمہ: امام طاؤس فرماتے ہیں کہ وتر واجب ہیں، اگر یہ (پڑھنا) بھول جائیں تو یاد آنے پر اس کو ضرور پڑھا جائے۔ (مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث 4598)

اقوال فقہاء اور وجوب وتر:

✪ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ: قال ابو حنيفة هو واجب۔ وتر واجب ہیں۔

(اوجز المسالک ج2ص441)

✪ امام دار الهجرة امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ:

من تركه ادب وكان جرحة فى شهادته۔ جو شخص وتر چھوڑ دے اس سے تادیبی کارروائی کی جائے۔ اور اس کی گواہی بھی مجروح ہے۔ (اور یہ واجب کے چھوڑنے پر ہی ہو سکتا ہے) (اوجز المسالک ج2ص442)

✪ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ:

من ترك الوتر عمدا فهو رجل سوء ولا ينبغي ان تقبل له شهادة۔

(المغنی لابن قدامہ الحنبلی ج2ص359 فصل الوتر غیر واجب)

ترجمہ: وتر کو جان بوجھ کر چھوڑنے والا برا آدمی ہے اور یہ اس قابل نہیں کہ اس کی گواہی کو معتبر مانا جائے۔

✪ امام حسن بصری رحمہ اللہ: اجمع المسلمون على ان الوتر حق واجب۔

(اوجز المسالک ج2ص444)

ترجمہ: اہل اسلام کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتر واجب ہیں۔

اس کے علاوہ امام ابراہیم النخعی، امام سعید ابن المسیب، امام شافعی رحمہ اللہ کے استاذ یوسف بن خالد رحمہ اللہ، امام سحنون، امام ابو عبید بن عبد اللہ بن مسعود، امام ضحاک رحمہ اللہ اور امام اصبغ رحمہم اللہ وغیرہ یہ تمام اس بات کے قائل ہیں کہ وتر واجب ہیں۔ (اوجز المسالک ج2ص443)

اس بات پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ نماز وتر کا ترک کرنا جائز نہیں یہ بھی اس کے وجوب کی دلیل ہے۔

2: تعداد رکعات وتر:

وتر تین رکعات ہیں۔ اس پر احادیث صحیحہ مرفوعہ، آثار صحابہ و تابعین اور اقوال فقہاء موجود ہیں۔

احادیث مرفوعہ اور تعداد رکعات وتر:

1: عن عائشة رضى الله عنها كيف كانت صلاة رسول الله {صلى الله عليه وسلم} فى رمضان قالت ما كان يزيد فى رمضان ولا فى غيره على إحدى عشرة

رکعة یصلی أربعاً فلا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم یصلی أربع رکعات لا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم یصلی ثلاثاً۔

(صحیح بخاری ج1 ص154 باب قیام النبی باللیل فی رمضان)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا آپ علیہ السلام کی نماز رمضان میں کیسی ہوتی تھی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا آپ علیہ السلام رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زائد نہیں پڑھتے تھے پہلے چار رکعات پڑھتے نہ پوچھو کہ کتنی عمدہ اور لمبی ہوتی تھیں، اس کے بعد پھر چار رکعات پڑھتے تھے کچھ نہ پوچھو کتنی عمدہ اور لمبی ہوتی تھی، پھر تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔

اس روایت کا خلاصہ یہی ہے کہ تین رکعات وتر تھیں، اور ایک سلام کے ساتھ تھیں۔

2: امام نسائی نے باب قائم فرمایا ہے باب کیف الوتر بثلاث۔ (سنن نسائی ج1 ص248)

اور اس کے تحت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع روایت لائے: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یسلم فی رکعتی الوتر۔

ترجمہ: آپ علیہ السلام وتر کی دو رکعات پر سلام نہیں پھیرتے تھے۔

اس سے واضح ہوا کہ امام نسائی کے ہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ بالا بخاری و مسلم والی حدیث میں نماز وتر تین رکعات ایک سلام کے ساتھ مراد ہے۔

:3 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تیسری مرفوع روایت ہے: ثم اوتر بثلاث لا یفصل بینهن (آپ علیہ السلام نے تین رکعت وتر پڑھے ان میں سلام سے فصل نہیں کیا) یعنی دوسری رکعت پر سلام نہیں پھیرا۔ (مسند امام احمد ج6 ص156)

:4 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چوتھی مرفوع حدیث ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلاث لا یسلم الا فی آخرھن

(مستدرک حاکم ص608)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر پڑھتے تھے اور آخر میں سلام پھیرتے تھے۔

5: عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْأُولَى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ وَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ۔

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر تین رکعات پڑھتے تھے پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ پڑھتے دوسری میں قل یا ایھا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے۔

6: عن عائشة رضی اللہ عنها ان النبی صلی اللہ علیه وسلم کان یقرء فی الاولیٰ من الوتر بفاتحة الکتاب وسبح اسم ربك الاعلیٰ وفی الثانیة قل یا ایها الکافرون وفی الثالثة قل ھو اللہ احد۔ (جامع الترمذی باب مایقرء فی الوتر)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آپ علیہ السلام وتر کی پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ اور سبح اسم ربك الاعلیٰ دوسری رکعت میں قل یا ایھا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے۔

7: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ۔

(سنن نسائی باب الوتر)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ علیہ السلام کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ وہ رات تہجد کی آٹھ رکعات پڑھتے پھر تین رکعت وتر پڑھتے اور فجر

کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے۔

8: عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم : وتر اللیل ثلاث کوتر النہار صلاۃ المغرب۔

(سنن دار قطنی ص285 الوتر ثلاث کثلاث المغرب)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا رات کے وتر دن کے وتر یعنی نماز مغرب کی طرح ہیں۔

9: عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوتر ثلاث کثلاث المغرب.

(المعجم الاوسط للطبرانی ج5 ص32 رقم الحدیث 7170)

ترجمہ: وتر کی تین رکعات ہیں جیسے مغرب کی تین رکعات ہیں۔

10: عن عبداللہ قال ارسلت امی لیلۃلتبیت عند النبی منتظر کیف یوتر فباتت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصلی ما شاء اللہ ان یصلی حتی اذا کان آخر اللیل وارادالوتر ....الخ (الاستیعاب لابن عبد البر ص934 رقم742)

ترجمہ: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ کو بھیجا کہ آپ علیہ السلام کے گھر رات گزاریں اور دیکھیں آپ علیہ السلام وتر کس طرح پڑھتے ہیں چنانچہ انہوں نے آپ علیہ السلام کے ہاں رات گزاری پس آپ علیہ السلام نے رات میں جتنا اللہ کو منظور ہوا نماز پڑھی جب رات کا آخری حصہ ہوا آپ علیہ السلام نے وتر پڑھنے کا ارادہ کیا تو پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورۃ الکافرون پڑھی پھر قعدہ کیا۔ پھر سلام پھیرے بغیر کھڑے ہو گئے اور تیسری رکعت میں سورۃاخلاص پڑھی یہاں تک کہ جب اس سے فارغ ہوئے تو تکبیر کہی دعائے قنوت پڑھی اور جو اللہ کو منظور تھا دعائیں کی اور تکبیر کہی رکوع کیا۔

آثار صحابہ اور تعداد رکعات وتر:

1: عن ابراهيم النخعي عن عمر بن الخطاب انه قال ما احب انی ترکت الوتر بثلاث ان لی حمر النعم ۔ (موطا امام محمد ص149)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تین وتر چھوڑنے کو بالکل تیار نہیں اگرچہ اس کے بدلے مجھے سرخ اونٹ بھی پیش کیے جائیں۔

2: عن عبدالملك بن عمير قال كان ابن مسعود يوتر بثلاث ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج2 ص199 رقم الحدیث 5 باب فی الوتر مایقرء فیہ)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔

3: عن علقمة قال اخبرنا عبدالله بن مسعود رضی الله عنه اهون ما يكون الوتر ثلاث ركعات ۔ (موطا امام محمد ص150 باب السلام فی الوتر)

ترجمہ: حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمیں بتایا کہ وتر کی کم سے کم رکعات تین ہیں۔

4: عن زاذان ان عليا كان يوتر بثلاث ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج4 ص512)

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

5: عن حميد عن انس رضی الله عنه قال الوتر ثلاث ركعات و كان يوتر بثلاث ركعات ۔ (سنن طحاوی ج1 ص206 باب الوتر)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وتر تین رکعات ہیں اور وہ تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔

آثار تابعین اور تعداد رکعات وتر:

1: عن سعيد بن جبير انه كان يوتر بثلاث ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج2 ص194 رقم الحدیث 18)

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔

:2 عن علقمه قال الوتر ثلاث ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج2ص194رقم13)

ترجمہ: علقمہ فرماتے ہیں کہ وتر تین ہیں۔

:3 حضرت ابو بکر صدیق کے پوتے قاسم بن محمد بن ابو بکر فرماتے ہیں: ورا اینا اناسا منذ ادرکنا یوترون بثلاث ۔ (صحیح بخاری ج1ص135باب ماجاء فی الوتر)

ترجمہ: جب سے ہم بالغ ہوئے اور ہوش سنبھالا ہے ہم لوگوں کو دیکھ رہے ہیں کہ وہ تین رکعت وتر پڑھتے ہیں (تابعی صحابہ کرام اور تابعین کا عمل نقل کر رہا ہے)

:4 عن مکحول انه کان یوتر بثلاث ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج2ص194رقم18)

ترجمہ: امام مکحول رحمہ اللہ بھی تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔

:5 حضرت حسن بصری فرماتے ہیں: اجمع المسلمون علی ان الوتر ثلاث لا یسلم الا فی آخرھن ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج2ص294نصب الرایہ ج1ص122)

ترجمہ: اہل اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ نماز وتر تین رکعات ہیں ان کی صرف آخری رکعات میں سلام ہے۔

اقوال فقہاء اور تعداد رکعات وتر:

:1 امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ۔ قال بوجوب الوتر ثلاث رکعات ۔

(تفسیر کبیر للرازی ج25ص105سورۃ روم تحت آیت فسبحان اللہ حین تمسون)

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ تین رکعات وتر واجب ہیں۔

:2 امام مالک بن انس رحمہ اللہ۔ ادنی الوتر ثلاث ۔

(موطا امام املک ص110باب الامر بالوتر)

ترجمہ: وتر تین رکعات سے کم نہیں ہے۔

3: امام سفیان ثوری رحمہ اللہ۔ انه لا یصح الوتر رکعة واحدة۔

(فقہ سفیان ثوری ص565)

ترجمہ: علامہ عینی رحمہ اللہ نے عمدۃ القاری میں امام سفیان ثوری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ایک رکعت وتر صحیح نہیں ہے۔

3: کیفیتِ وتر:

وتر کی کیفیت یہ ہے کہ دو تشہد اور ایک سلام سے ادا کیا جائے۔ اس پر احادیث صحیحہ مرفوعہ، آثار صحابہ واجماع امت موجود ہیں۔

نوٹ: احادیث میں نماز وتر کو مغرب کی طرح ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے لہٰذا نماز وتر دو قعدوں اور ایک سلام سے ادا کی جائے گی فرق اتنا ہے کہ وتر کی تینوں رکعتوں میں قراءۃ فاتحہ اور سورۃ ہو گی تیسری رکعت میں قنوت وتر اور رفع الیدین ہو گا۔

احادیث مرفوعہ اور کیفیتِ وتر:

1: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یوتر بثلاث یقرء فی الاولیٰ بسبح اسم ربك الاعلیٰ وفی الرکعة الثانیة بقل یا ایها الکافرون وفی الثالثة بقل هو الله احد ولا یسلم الا فی آخرهن۔ (سنن نسائی ج1 ص248)

ترجمہ: آپ علیہ السلام تین رکعات وتر پڑھتے تھے پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں قل یا ایها الکافرون اور تیسری رکعت میں قل هو الله احد پڑھتے تھے اور صرف آخری رکعت میں سلام پھیرتے تھے۔

2: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع روایت: ثم اوتر بثلاث لا یفصل فیهن۔

(مسند احمد ج6 ص156 رقم 25101)

ترجمہ: آپ علیہ السلام تین رکعت وتر ایک سلام سے پڑھتے تھے۔

3: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث ہے: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلاث لا یسلم الا فی آخرھن۔

(مستدرک حاکم ج1 ص608)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر پڑھتے تھے اور آخر میں سلام پھیرتے تھے۔

نوٹ: اس کے بعد امام حاکم فرماتے ہیں: وھذا وتر امیر المومنین عمر بن خطاب وعنہ اخذہ اھل المدینہ۔

یہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وتر ہیں اور ان سے اہل مدینہ نے یہی عمل لیا ہے۔

6: عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم لا فصل فی الوتر۔ (جامع المسانید ج1 ص402)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں آپ علیہ السلام نے فرمایا وتر میں (سلام کا) فاصلہ نہیں ہے۔

7: عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم لا یسلم فی الرکعتین الاولیین من الوتر۔ (مستدرک حاکم ج1 ص607 کتاب الوتر)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

8: عن عبداللہ قال ارسلت امی لیلۃ لتبیت عند النبی منتظر کیف یوتر فباتت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصلی ما شاء اللہ ان یصلی حتی اذا کان آخر اللیل واراد الوتر ۔۔۔الخ (الاستیعاب لابن عبد البر ص934 رقم742)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ کو

بھیجا کہ آپ علیہ السلام کے گھر رات گزاریں اور دیکھیں آپ علیہ السلام وتر کس طرح پڑھتے ہیں چنانچہ انہوں نے آپ علیہ السلام کے ہاں رات گزاری پس آپ علیہ السلام نے رات میں جتنا اللہ کو منظور ہوا نماز پڑھی جب رات کا آخری حصہ ہوا آپ علیہ السلام نے وتر پڑھنے کا ارادہ کیا تو پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں قل یا ایہا الکافرون پڑھی پھر قعدہ کیا۔ پھر سلام پھیرے بغیر کھڑے ہو گئے اور تیسری رکعت میں (سورۃ) قل ھو اللہ احد پڑھی یہاں تک کہ جب اس سے فارغ ہوئے تو تکبیر کہی دعائے قنوت پڑھی اور جو اللہ کو منظور تھا دعائیں کی اور تکبیر کہی رکوع کیا۔

آثارِ صحابہ اور کیفیت وتر:

1: عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ المغرب وتر النہار فاوتروا صلاۃ اللیل۔ (مصنف عبدالرزاق ج2 ص401)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا مغرب کی نماز دن کے وتر ہیں تو رات کے وتر بھی پڑھا کرو۔

نوٹ: یعنی جیسے مغرب کی نماز دو تشہد ایک سلام کے ساتھ ہے ایسے ہی وتر کی نماز بھی دو تشہد اور ایک سلام سے ہوگی۔

2: عن عقبۃ بن مسلم قال سالت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما عن الوتر فقال اتعرف وتر النہار قلت نعم صلوٰۃ المغرب قال صدقت او احسنت۔

(طحاوی ج1 ص197 باب الوتر)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن مسلم فرماتے ہیں میں نے وتر کے بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا کیا دن کے وتر جانتے ہو؟ میں نے کہا:

جی ہاں! مغرب کی نماز ۔ انہوں نے فرمایا تو نے سچ کہا یا احسنت فرمایا، تو نے اچھا کہا۔

اجماعِ امت اور کیفیت وتر:

:1 عن الحسن قال اجمع المسلمون علی ان الوتر ثلاث لا یسلم الا فی آخرھن. (مصنف ابن ابی شیبہ ج2ص194رقم177)

ترجمہ: اہل اسلام کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعات ہیں ان کی صرف آخری رکعت میں سلام ہے۔

:2 قد اجمعوا ان الوتر ثلاث لا یسلم الا فی آخرھن ۔ (طحاوی ج1ص207باب الوتر)

ترجمہ: اس بات پر اجماع کیا ہے کہ وتر تین رکعات ایک سلام کے ساتھ ہیں۔

وتر کی دوسری رکعت میں تشہد:

:1 عن عائشة رضی الله عنها قالت کان رسول الله صلی الله علیه و سلم یستفتح الصلوة بالتکبیر والقراۃ بالحمدلله رب العالمین.. وکان یقول فی کل رکعتین التحیة .. الحدیث ۔ (مسلم ج1ص194باب مایجمع صفة الصلاۃ)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر سے نماز شروع کرتے جبکہ قرأت کو الحمد للہ رب العالمین سے اور آپ علیہ السلام فرماتے تھے کہ ہر دو رکعت میں التحیات (تشہد) ہے۔

:2 عن عبدالله قال کنا لاندری مانقول فی کل رکعتین غیر ان نسبح و نکبر و نحمد ربنا وان محمدا علم فواتح الخیر وخواتمه فقال اذا قعدتم فی کل رکعتین فقولوا التحیات لله... الخ ۔ (سنن النسائی ج1ص174کیف التشہد الاول)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہ تھا کہ جب دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھیں تو کیا کریں بجز اس کے کہ تسبیح کہیں تکبیر کہیں، اپنے

پروردگار کی تعریف کریں اور یہ کہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سراپا بھلائی کی باتیں سکھلائی گئیں ہیں، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا جب تم دو رکعت پڑھ کر بیٹھو تو یوں کہو التحیات للہ (آخر تشہد تک)

3: عن الفضل بن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ مثنیٰ مثنیٰ تشھد فی کل رکعتین۔

(جامع الترمذی ج1ص187المعجم الکبیر ج8ص26)

ترجمہ: آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے رات کی نماز دو رکعت ہے اور ہر دو رکعتوں میں تشہد ہے۔

دعائے قنوت کے الفاظ:

نماز وتر میں دعائے قنوت کے الفاظ اللھم انا نستعینك احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں اور خصوصا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں خلفاء راشدین نے اس کو معمول بہا بنایا ہے اور جمہور امت نے بھی اسی کو معمول بنایا ہے۔

عن خالد بن ابی عمران قال بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدعوا علی مضر اذ جاءہ جبرائیل علیہ السلام فاومیٰ الیہ ان اسکت فسکت فقال یا محمد ان اللہ لم یبعثك سبابا ولا لعانا وانما بعثك رحمۃ ولم یبعثك لیس لك من الامر شیئ او یتوب علیھم الایۃ قال ثم علمہ ھذا القنوت اللھم انا نستعینك ونستغفرك۔۔۔۔۔الخ

(سنن الکبری بیہقی ج2ص210، مصنف ابن ابی شیبہ ج4ص518)

ترجمہ: حضرت خالد بن ابی عمران کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ مضر کے لیے بد دعا کررہے تھے کہ اچانک حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور خاموش ہونے کا اشارہ کیا آپ علیہ السلام خاموش ہوگئے تو جبرائیل علیہ

السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ کو گالی دینے والا اور لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمت بنا کر بھیجا ہے عذاب بنا کر نہیں بھیجا آپ کے اختیار میں اس قسم کے امور نہیں ہیں اللہ چاہے تو ان کو عذاب دے یا ان کی توبہ قبول کرلے کیونکہ وہ ظالم ہیں پھر آپ کو یہ دعائے قنوت تعلیم فرمائی۔

یہی دعا قنوت معمولی لفظی اختلاف کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کے متعدد آثار میں مفصل طور پر مروی ہے جن کے مجموعہ سے یہ مکمل دعا ثابت ہے، ان آثار کی تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج2 ص213 تا215۔ مصنف عبد الرزاق ج3 ص29 تا31)

فائدہ: امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ؛ امام بخاری و امام مسلم کے شیخ اور استاذ ہیں اور امام عبد الرزاق رحمہ اللہ؛ امام احمد بن حنبل کے شیخ و استاد ہیں۔

قنوت قبل الرکوع:

وتر میں قنوت کا عمل تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے اور سال بھر کا معمول ہے جن روایات میں رکوع کے بعد قنوت کا ذکر ہے اس قنوت سے مراد قنوت نازلہ ہے۔

1: عن عاصم قال سألت انس بن مالك رضی الله عنه عن القنوت فقال قد كان القنوت قلت قبل الركوع او بعده؟ قال قبله قال فان فلانا اخبرني عنك انك وقلت بعد الركوع فقال كذب انما قنت رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد الركوع شهرا۔ (صحیح بخاری ج1 ص136 باب القنوت قبل الرکوع او بعدہ)

ترجمہ: حضرت عاصم رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ

عنہ سے نماز میں قنوت کے بارے میں پوچھا کہ وہ رکوع سے پہلے پڑھی جائے یا بعد میں؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا رکوع سے پہلے ہے۔ آپ علیہ السلام نے رکوع کے بعد صرف ایک مہینہ قنوت پڑھی تھی۔

2: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت میں ہے: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتر ویقنت قبل الرکوع۔ (سنن نسائی ج1 ص248)

ترجمہ: آپ علیہ السلام وتر پڑھتے تھے اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

3: عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتر بثلاث رکعات کان یقرء فی الاولیٰ ب۔سبح اسم ربك الاعلیٰ وفی الثانیة ب۔قل یا ایھا الکافرون، وفی الثالثة ب۔قل ھو اللہ احد ویقنت قبل الرکوع۔

(سنن نسائی ص243، قیام اللیل للمروزی، باب کیف الوتر بثلاث ص248)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے: آپ علیہ السلام تین رکعت وتر پڑھتے تھے پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ دوسری میں قل یا ایھا الکافرون اور تیسری میں قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے، اور قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

4: عن علقمة ان ابن مسعود واصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانوا یقنتون فی الوتر قبل الرکوع۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج4 ص521)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

فائدہ: خود علماء غیر مقلدین بھی اس بات کے قائل ہیں کہ قنوت وتر کا محل قبل الرکوع ہے اور جن روایات میں بعد الرکوع کا ذکر ہے ان سے مراد قنوت نازلہ ہے۔

1: چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم مبشر ربانی لکھتے ہیں:

آپ علیہ السلام کے قول وفعل اور صحابہ کرام کے عمل سے وتر میں دعا قنوت رکوع سے قبل ثابت ہے اور اکثر روایات رکوع سے قبل ہی قنوت وتر پر دلالت کرتی ہیں۔۔ جو دعا ہنگامی حالات میں مسلمانوں کی خیر خواہی کفار ومشرکین اور دشمنان اسلام کے خلاف بد دعا کے طور پر کی جاتی ہے وہ رکوع کے بعد ہے جسے قنوت نازلہ کہا جاتا ہے، اور جو دعا رکوع سے قبل مانگی جاتی ہے وہ قنوت وتر ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ج1ص185از مبشر ربانی)

2: غیر مقلدین کہتے ہیں قنوت وتر رکوع سے پہلے پڑھنا راجح ہے جیسا کہ نسائی وغیرہ سے ثابت ہے جو لوگ رکوع کے بعد پڑھتے ہیں، وہ قنوت نازلہ پر قیاس کر کے ہی پڑھتے ہیں،، مؤلف کتاب کی ذکر کردہ روایات کا تعلق قنوت نازلہ ہی سے ہے۔

(تسہیل الوصول الی تخریج وتعلیق صلاۃ الرسول ص295)

3: بعض غیر مقلدین لکھتے ہیں وتر میں رکوع کے بعد قنوت کی تمام روایات ضعیف ہیں اور جو روایت صحیح ہے اس میں صراحت نہیں کہ آپ علیہ السلام کا رکوع کے بعد والا قنوت قنوت وتر تھا یا قنوت نازلہ لہذا صحیح طریقہ یہ ہے کہ وتر میں قنوت رکوع سے پہلے کیا جائے۔ (نماز نبوی صحیح احادیث کی روشنی میں ص236)

دعائے قنوت کے وقت رفع یدین:

وتر کی تیسری رکعت میں قرأت سے فارغ ہو کر تکبیر کہنا اور رفع یدین کرنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

1: عن ابی عثمان قال کان عمر یرفع یدیہ فی القنوت ۔

(جزء رفع الیدین مترجم ص346)

ترجمہ: ابو عثمان کہتے ہیں حضرت عمر قنوت کے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔

2: عن عبداللہ انہ کان یقرء فی آخر رکعۃ من الوتر قل ھو اللہ احد ثم یرفع یدیہ ویقنت قبل الرکعۃ ۔ (جزء رفع الیدین مترجم ص346)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وتر کی آخری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے پھر رفع الیدین کرتے اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

3: عن الاسود عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ انہ کان یرفع یدیہ فی قنوت الوتر ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج4 ص531)

ترجمہ: حضرت اسود رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وتر میں قنوت کے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔

فائدہ: خود غیر مقلدین کے علماء کرام بھی اس بات کے قائل ہیں کہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے متعلق کوئی صحیح روایت نہیں ہے۔

1: صحیح حدیث سے صراحۃ ہاتھ اٹھا کر یا باندھ کر قنوت پڑھنے کا ثبوت نہیں ملتا۔

(فتاویٰ علماء حدیث ج3 ص206)

2: دعا قنوت وتر میں ہاتھ اٹھانے کے متعلق کوئی صحیح مرفوع روایت نہیں ہے۔

(نماز نبوی ص237)

3: بعض صحابہ کرام سے وتروں میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے بارے میں ضعیف آثار بھی ملتے ہیں بہتر یہ ہے کہ قنوت وتر میں ہاتھ نہ اٹھائے جائیں۔

(حاشیہ صلوۃ الرسول ص297)

نوٹ: راقم نے نماز وتر اور دیگر اہم مسائل پر تفصیلی اور مدلل بحثیں فائلز کی صورت میں محفوظ کرا دی ہیں۔ درج ذیل نمبر پر رابطہ کر کے آپ منگوا بھی سکتے ہیں۔

03216353540

ایک رکعت وتر کا تحقیقی جائزہ

غیر مقلدین ایک رکعت وتر پڑھتے ہیں اور دلیل کے طور پر چند احادیث پیش کرتے ہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ ان کے مؤقف کی حقیقت کیا ہے؟

دلیل نمبر 1: حدیث عائشہ بروایت سعد بن ہشام:

حضرت سعد بن ہشام انصاری فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا: أنبئيني عن وتر رسول الله {صلى الله عليه وسلم} فقالت كنا نعد له سواكه وطهوره فيبعثه الله متى شاء أن يبعثه من الليل فيتسوك ويتوضأ ويصلي تسع ركعات لا يجلس فيها إلا في الثامنة۔۔۔۔ الخ

(صحیح مسلم ج1ص256)

ترجمہ: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے بارے میں بتلایئے، فرمایا: ہم آپ کے لیے مسواک اور پانی تیار کر رکھتے تھے، رات کے کسی حصہ میں اللہ تعالی آپ کو بیدار کرتے تو آپ مسواک کرتے، وضو کرتے اور نو رکعتیں پڑھتے، ان میں صرف آٹھویں رکعت پر بیٹھتے، پس اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے، حمد و ثناء کرتے، دعا مانگتے، پھر اس طرح سلام پھیرتے کہ ہمیں سن جاتا، پھر سلام کے بعد دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھتے پس یہ کل گیارہ رکعتیں ہوئی، پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سن رسیدہ ہو گئے اور بدن بھاری ہو گیا، تو سات رکعت وتر پڑھا کرتے تھے۔

اور دو رکعتیں اس طرح پڑھتے تھے جس طرح پہلے پڑھا کرتے تھے پس یہ کل نو رکعتیں ہوئیں۔

طرز استدلال:

پہلے زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی نو رکعتیں پڑھتے تھے، ان میں صرف آٹھویں رکعت پر قعدہ فرماتے تھے اور نویں رکعت پر سلام پھیرتے تھے، اور آخری زمانے میں سات وتر پڑھتے تھے، ان میں چھٹی رکعت پر بغیر سلام قعدہ کرتے اور ساتویں رکعت پر سلام پھیرتے تھے معلوم ہوا کہ وتر ایک رکعت ہے۔

جواب:

قارئین کرام! آپ نے غیر مقلدین کی دلیل دیکھ لی اور ان کا طرز استدلال بھی ملاحظہ کر لیا۔ اب آیئے اس کا جائزہ لیتے ہیں: مذکورہ حدیث اسی سند سے سنن نسائی ج1 ص248، موطا امام محمد ص151 طحاوی شریف ج1 ص137 مصنف ابن ابی شیبہ ج2 ص295 دار قطنی ج1 ص175 اور بیہقی ج3 ص31 پر ان الفاظ سے مروی ہے:

كان النبی صلی الله علیه وسلم لا یسلم فی رکعتی الوتر

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں پر سلام نہیں پھیرتے تھے۔

اور مستدرک حاکم ج1 ص304 میں یہی حدیث ان الفاظ سے ہے: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یوتر بثلاث لا یسلم الا فی آخرهن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین وتر پڑھا کرتے تھے اور صرف ان کے آخر میں سلام پھیرا کرتے تھے۔

مسند احمد ج6 ص156 میں سعد بن ہشام کی یہی حدیث ان الفاظ میں ہے:

ان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا صلی العشاء دخل المنزل ثم صلی رکعتین ثم صلی بعدهما رکعتین اطول منهما ثم اوتر بثلاث لا یفصل بینهن ثم صلی رکعتین وهو جالس۔

ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز عشاء سے فارغ ہو کر گھر میں

تشریف لاتے تو پہلے دو رکعتیں پڑھتے پھر دو رکعتیں ان سے طویل پڑھتے پھر تین رکعتیں (وتر) پڑھتے ایسے طور پر کہ ان کے درمیان سلام کا فاصلہ نہیں کرتے تھے، پھر بیٹھ کر دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

ملحوظہ:

یہ ایک ہی راوی کی روایت کے مختلف الفاظ ہیں، ان تمام طرق و الفاظ کو جمع کرنے سے درج ذیل امور واضح ہو جاتے ہیں:

1: سعد بن ہشام کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کل گیارہ رکعتیں ادا کرتے تھے، جن میں وتر اور وتر کے بعد کے دو نفل بھی شامل تھے۔

2: ہر دو رکعت پر قعدہ کرتے تھے۔

3: ان میں تین رکعتیں وتر کی ہوتی تھیں۔

4: وتر کی دو رکعتوں پر قعدہ کرتے تھے، مگر سلام نہیں پھیرتے تھے۔

5: وتر کے بعد بیٹھ کر دو نفل پڑھتے تھے۔

خلاصہ کلام:

روایت بالا میں وتر سے پہلے اور بعد کے نوافل کو ملا کر ذکر کر دیا گیا، جس کی وجہ سے اشکال پیدا ہوا ہے حالانکہ سائل کا سوال صلوٰۃ اللیل کے بارے میں میں نہیں بلکہ وتر کے بارے میں تھا، اسی لیے جواب میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے صلوٰۃ اللیل کی رکعات کو تو اجمالا بیان فرمایا اور ان رکعات میں سے جو رکعات وتر کی تھیں ان کی تفصیل بیان فرمائی کہ آٹھویں رکعت پر جو وتر کی دوسری رکعت تھی قعدہ فرماتے تھے مگر سلام نہیں پھیرتے تھے اور نویں رکعت پر جو وتر کی تیسری رکعت تھی، سلام پھیرتے تھے۔

تنبیہ: صحیح مسلم میں امی عائشہ رضی اللہ عنہا کا جو یہ ارشاد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نو رکعتیں پڑھتے تھے ان میں نہیں بیٹھتے تھے مگر آٹھویں رکعت میں پس ذکر و حمد اور دعا کے بعد اٹھ جاتے تھے اور سلام نہیں پھیرتے تھے بلکہ نویں رکعت پر سلام پھیرتے تھے۔ (صحیح مسلم ج1ص256)

اس روایت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان آٹھ رکعتوں میں قعدہ ہوتا ہی نہیں تھا۔ کیوں کہ یہ مضمون خود امی عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی احادیث کے خلاف ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ آٹھویں رکعت پر بغیر سلام کے جو قعدہ فرماتے تھے، پہلی رکعتوں میں اس طرح کا قعدہ نہیں فرماتے تھے بلکہ ماقبل کی رکعتوں میں ہر دوگانہ پر سلام پھیرتے تھے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے سعد بن ہشام کی مختلف روایات میں تطبیق ہو جاتی ہے ان میں اب کوئی اختلاف باقی نہیں رہتا، اگر ایک ہی راوی کی روایت ایک ہی سند مختلف الفاظ میں مروی ہو تو اس کو مختلف واقعات پر محمول کر کے یہ سمجھ لینا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ایسا کرتے ہوں گے، اور کبھی ایسا کرتے ہوں گے یہ طرز فکر درست نہیں ہے، کیونکہ یہ ایک واقعہ کی مختلف تعبیرات ہیں، ایک ہی واقعہ کو نقل کرنے والے جب مختلف الفاظ اور مختلف انداز میں نقل کر دیں تو وہ متعدد واقعات نہیں بن جاتے۔

دلیل نمبر2: حدیث عائشہ بروایت عروہ بن زبیر:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے خواہر زادہ سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ام المؤمنین سے روایت کرتے ہیں:

كان يُصلِّي باللیل إحدى عَشرَةَ رکعة ، يُوتِر منها بواحدة. فإذا فرغ منها

اضطجع علی شِقّہِ حتی یأتیہُ المؤذّنُ، فیصلّی رکعتین خفیفتین۔

(صحیح مسلم ج1ص253)

ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات میں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے، ان میں سے ایک رکعت سے وتر کیا کرتے تھے۔

جواب:

سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے وتر سے متعلق مختلف روایات مروی ہیں، مثلاً: طحاوی ج1ص138، پر موجود روایت کے الفاظ یہ ہیں: کان یصلی باللیل ثلٰث عشرۃ رکعۃ ثم یصلی اذا سمع النداء رکعتین خفیفتین.

اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تیرہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے، جب کہ پہلی روایت میں گیارہ رکعات کا ذکر ہے تو ہم اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی ان روایات میں نہ کوئی تعارض ہے نہ ہی متعدد واقعات پر محمول ہیں، بلکہ یہ ایک ہی واقعہ کی مختلف تعبیرات ہیں۔

جس روایت میں یہ ذکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعت پڑھتے تھے ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے تھے اور ایک رکعت سے وتر کیا کرتے تھے، اس میں دو حکم الگ الگ بیان کیے گئے ہیں 1: ہر دو رکعت پر قعدہ کرنا 2: ایک رکعت کو ماقبل کے دوگانہ سے ملا کر وتر بنانا، ان دو حکموں میں سے پہلا حکم وتر سے قبل آٹھ رکعتوں سے متعلق ہے اور دوسرا حکم وتر کی تین رکعات سے متعلق ہے لہذا روایت بالا کا یہ مطلب نہیں کہ وتر کی تنہا ایک رکعت پڑھتے تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ گیارہویں رکعت کو ماقبل دوگانہ سے ملا کر وتر بناتے تھے۔ ہماری اس توجیہ پر دو قرینے پیش خدمت ہیں۔

قرینہ نمبر1:

خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ متواتر روایات جن میں تین رکعات وتر کی صراحت ہے، مثلاً:

:1 ثم یصلی ثلاثا

(صحیح بخاری ج1ص154، صحیح مسلم ج1ص254، سنن ابوداود ج1ص189)

:2 عن سعد بن ہشام ان عائشۃ حدثتہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یسلم فی رکعتی الوتر (سنن نسائی ج1ص248، موطاامام محمد ص151)

:3 عن عمرۃ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتر بثلاث یقرا فی الرکعۃ الاولیٰ بسبح اسم ربك الاعلیٰ ... الخ

(مستدرک حاکم ج1ص305)

قرینہ نمبر2:

خود سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا تین رکعت پر فتوی موجود ہے:

عن ابی الزناد عن السبعۃ سعید ابن المسیب و عروۃ بن الزبیر والقاسم بن محمد ..... ان الوتر ثلاث لا یسلم الا فی آخرھن .. (سنن طحاوی ج1ص145)

دلیل نمبر3: حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک رات اپنی خالہ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں اسی مقصد کے لیے قیام کیا تھا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام اللیل کا مشاہدہ کریں۔

یہ روایت مختلف طرق والفاظ سے مروی ہے، ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

عَنْ کُرَیْبٍ مَوْلَی ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ نِمْتُ عِنْدَ مَیْمُونَۃَ

وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي فَقُمْتُ عَلَى يَسَارِهِ فَأَخَذَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَصَلَّى ثَلَاثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ نَامَ حَتَّى نَفَخَ وَكَانَ إِذَا نَامَ نَفَخَ ثُمَّ أَتَاهُ الْمُؤَذِّنُ فَخَرَجَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔ (صحیح بخاری ج1 ص97)

اس کے تین جواب ہیں۔

جواب 1:

اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

والحاصل أن قصة مبيت ابن عباس يغلب على الظن عدم تعددها فلهذا ينبغي الاعتناء بالجمع بين مختلف الروايات فيها ولا شك أن الأخذ بما اتفق عليه الأكثر والأحفظ أولى مما خالفهم فيه من هو دونهم ولا سيما أن زاد أو نقص۔ (فتح الباری ج2 ص388 طبع مصر)

الحاصل: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کاشانہ نبوت میں رات گزارنے کا واقعہ غالب خیال یہ ہے کہ ایک ہی بار کا ہے، اس لیے اس سلسلے میں جو مختلف روایات وارد ہیں ان کو جمع کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے اور کوئی شک اس حصہ کو لینا نہیں کہ جس پر اکثر اور احفظ متفق ہوں وہ اولیٰ ہو گا، بہ نسبت اس حصہ کے جس میں اختلاف ہو اور ان راویوں کے جو ان سے فروتر ہوں، خصوصا جہاں کمی یا زیادتی ہو۔

جواب 2:

خود سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تیر رکعت وتر کی صراحت ہے، مثلا:

1: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے علی بن عبد اللہ کی روایت ہے: ثم اوتر بثلاث۔ (صحیح مسلم ج1 ص261، سنن طحاوی ج1 ص140)

2: یحییٰ بن الجزار کی روایت ہے: كان يصلي من الليل ثمان ركعات و يوتر

بثلاث و یصلی رکعتین قبل صلوٰۃ الفجر۔ (سنن نسائی ج1ص149)

3: کریب مولی ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے:

فصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکعتین بعد العشاء ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم اوتر بثلاث۔ (سنن طحاوی ج1ص141)

جواب 3:

خود سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اپنا فتویٰ تین رکعت وتر کا ہے جیسا کہ حضرت ابو منصور فرماتے ہیں: سالت ابن عباس رضی اللہ عنہما عن الوتر فقال ثلاث۔ (سنن طحاوی ج1ص141)

خلاصہ کلام:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما قصہ کی تمام روایات کو جمع کیا جائے، تو ان میں متعدد روایات میں تین وتر کی تصریح ہے، اور باقی روایات اس کے لیے محتمل ہیں اس لیے ان روایات کو بھی تین ہی وتر پر محمول کیا جائے گا، ان کو الگ الگ واقعات پر محمول کر کے وتر کی مختلف صورتیں قرار دینا کسی طرح بھی صحیح نہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے حوالے سے گزر چکا ہے یہ ایک ہی واقعہ کی مختلف تعبیرات ہیں، ان مختلف تعبیرات سے نہ تو کئی واقعات کو کشید کرنا درست ہے نہ ہی جواز وتر کی مختلف صورتیں پیدا کرنے کی سعی کرنا ٹھیک ہے۔

دلیل نمبر 4: حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا:

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یحییٰ جزار کی روایت ہے:

کان یصلی من اللیل احدیٰ عشرۃ رکعتۃ فلما کبر وضع اوتر بسبع۔

(جامع الترمذی ج1ص60، سنن نسائی ج1ص251)

جواب:

یہ حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے مطابق ہے، اور ما قبل میں یہ تصریح گزر چکی ہے کہ ان میں آٹھ رکعتیں نوافل کی اور تین وتر کی ہوتی تھیں مگر مجموعہ صلوٰۃ اللیل کو لفظ وتر سے تعبیر کر دیا گیا، جیسا کہ خود امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کے ذیل میں امام اسحاق بن ابراہیم سے اس کی تصریح نقل کرتے ہیں:

انما معناہ انہ کان یصلی من اللیل ثلاث عشرۃ رکعۃ مع الوتر فنبست صلوۃ اللیل الی الوتر۔ (جامع الترمذی ج1 ص60)

دلیل نمبر 5: حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما:

صحیحین میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: ان رجلا سال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن صلوٰۃ اللیل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ فاذا خشی احد کم الصبح صلی رکعۃ واحدۃ توتر لہ ما قد صلّٰی۔

(صحیح بخاری ج1 ص136، صحیح مسلم ج1 ص257)

اسی طرح صحیح مسلم میں سیدنا ابن عباس اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مرفوعا مروی ہے: الوتر رکعۃ من آخر اللیل۔ (صحیح مسلم ج1 ص257)

اس کے تین جواب ہیں۔

جواب 1:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وتعقب بانہ لیس صرد کافی الفصل فیحتمل ان یرید بقولہ صلیٰ رکعۃ واحدۃ ای مضافۃ الی رکعتین مما مضیٰ۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری ج2 ص385)

ترجمہ: یہ حدیث ایک رکعت کے الگ پڑھنے پر صریح نہیں، کیوں کہ احتمال ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہو کہ گزشتہ دو رکعتوں کے ساتھ ایک اور رکعت ملا کر تین وتر پڑھے۔

وجہ یہ ہے کہ وتر (طاق) ہونا آخری رکعت پر موقوف ہے، جس کے ذریعے نمازی اپنی نماز کو وتر (طاق) بنائے گا، اس کے بغیر خواہ ساری رات بھی نماز پڑھتا رہے اس کی نماز وتر نہیں بن سکتی اس حقیقت کے اظہار کے لیے ایک دوسری تعبیر یہ اختیار فرمائی گئی الوتر رکعة من آخر اللیل وتر ایک رکعت ہے رات کے آخری حصہ میں۔

جواب 2:

الوتر رکعة من آخر اللیل بالکل ایسے ہی ہے جیسے حج کے بارے میں فرمایا گیا ہے الحج عرفة۔ (جامع الترمذی ج1 ص178)

اس کا مطلب یہ ہے کہ وقوف عرفات کے بغیر حج کی حقیقت متحقق نہیں ہوتی، لیکن اس جملہ سے کوئی عاقل و سمجھ دار آدمی یہ مطلب ہر گز نہیں لے گا کہ حج کی پوری حقیقت بس وقوف عرفہ ہی ہے اس کے لیے نہ احرام کی ضرورت ہے اور نہ دوسرے مناسک کی، بعینہ اسی طرح الوتر رکعة من آخر اللیل کا مطلب یہ ہے کہ ما قبل کی نماز کے ساتھ جب تک ایک رکعت کو نہ ملایا جائے تب تک وتر کی حقیقت متحقق نہیں ہو گی اس فرمان کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ وتر کی پوری حقیقت ہی بس ایک رکعت ہے، اسی مفہوم کو دوسرے پیرائے میں یوں تعبیر کیا گیا ہے۔

صلوة اللیل مثنیٰ مثنیٰ فاذا خشی احدکم الصبح صلیٰ رکعة واحدة توتر لہ ما قد صلیٰ۔

اس فرمان پاک کا واضح مطلب اور بے غبار مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ رات کو دو دو رکعت نماز پڑھنی چاہیئے جب صبح کے طلوع ہونے کا اندیشہ ہو تو

آخری دو گانہ کے ساتھ ایک رکعت اور ملا لے، جس سے اس کی نماز وتر بن جائے گی۔

جواب 3:

خود سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک بھی وتر کی تین رکعتیں ہیں سیدنا عامر الشعبی فرماتے ہیں: سالت ابن عمر وابن عباس رضی اللہ عنھم کیف کان صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فقالا ثلث عشرۃ رکعۃ ثمان ویوتر بثلاث، ورکعتین بعد الفجر۔ (سنن طحاوی ج1 ص136)

دلیل نمبر 6: حدیث ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ:

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوتر حق علی کل مسلم فمن احب ان یوتر بخمس فلیفعل ومن احب ان یوتر بثلاث فلیفعل ومن احب ان یوتر بواحدۃ فلیفعل۔

(سنن ابو داود ج1 ص208)

اس کے دو جواب پیش خدمت ہیں۔

جواب 1:

محدثین کرام کے ہاں اس روایت پر کلام ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے یا حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا اپنا قول ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ التلخیص الجبیر ج2 ص13 پر لکھتے ہیں: وصحح ابو حاتم والذھلی والدار قطنی فی العلل والبیھقی وغیر واحد وقفہ وھو الصواب۔

ابو حاتم، ذہلی دار قطنی، نے علل میں اور بہت سے حضرات نے اس کو موقوفا صحیح کہا اور یہی درست ہے۔

یعنی صحیح اور درست بات یہ ہے کہ روایت بالا سیدنا ابو ایوب انصاری رضی

اللہ عنہ کا ذاتی قول ہے، حدیث مرفوع کی حیثیت سے صحیح نہیں ہے۔

جواب2:

علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: هو معمول على انه كان قبل استقراءها لان الصلوٰة المستقرة لا يخير في اعداد ركعاتها۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج5ص215)

اس پر قرینہ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت کے یہ الفاظ ہیں: قال: الوتر حق على كل مسلم فمن احب ان يوتر بخمس ركعات فليفعل ومن احب ان يوتر بثلاث فليفعل ومن احب ان يوتر بواحدة فليفعل ومن لم يستطع الا ان يومي ايماء فليفعل۔

(مصنف عبد الرزاق ج2ص295رقم4645باب کم الوتر عمدۃ القاری ج5ص245)

خلاصہ کلام:

مذکورہ حدیث اول تو مرفوع نہیں ہے، بلکہ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا ذاتی قول ہے دوم، اس میں اضطراب ہے، بعض روایتوں میں پانچ تین ایک کا ذکر ہے بعض میں صرف ایک کا اور بعض میں اشارہ تک کی اجازت دی گئی ہے، ایسی صورت میں یہ کہنا انتہائی مشکل ہے کہ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ایک رکعت وتر کے جواز کا فتویٰ دیتے تھے۔

دلیل نمبر7: حدیث امیر معاویہ رضی اللہ عنہ:

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وتر ایک رکعت پڑھتے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو جب یہ بات بتائی گئی تو آپ نے کیا جواب دیا؟ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: عن ابن ابی ملیکۃ قیل لابن عباس رضی اللہ عنہما هل لك في امير

المومنين معاوية فانه ما اوتر الا بواحدة قال اصاب انه فقيه.

(صحیح بخاری ج1 ص531)

اور ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں دعه فانه قد صحب

معلوم ہوا کہ ایک رکعت وتر کا جواز صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

جواب:

یہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذاتی اجتہاد تھا صحیح حدیث کی رو سے مجتہد کو خطاء پر بھی اجر ملتا ہے۔

:2 یہ عمل صحابی ہے جو تمہارے نزدیک حجت نہیں۔ (نزل الابرار ص101)

:3 اس حدیث کے الفاظ بتاتے ہیں کہ اس وقت ماحول ایک رکعت پڑھنے کا نہیں بلکہ تین رکعت پڑھنے کا تھا ورنہ دیکھنے والا کبھی اعتراض نہ کرتا۔

:4 علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دعه ای اترك القول فيه والانكار عليه

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج11 ص466)

:5 علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: واما قوله دعه فانه قد صحب وقوله اصاب انه فقيه معناه اصاب فی زعمه لانه مجتهد واراد بذالك زجر التابعين الصغار عن الانكار على الصحابة الكبار لا سيما على الفقهاء المجتهدين منهم۔ (امانی الاحبار ج4 ص252)

:6 حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ عمل جب مشہور ہوا تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بڑی شدت سے اس کا انکار فرمایا۔ (سنن طحاوی ج1 ص203)

آخری بات:

حقیقت میں وتر ایک رکعت نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محض ایک رکعت وتر پڑھنا کسی بھی صحیح حدیث سے بالکل ثابت نہیں۔

1: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ التلخیص الجبیر میں امام رافعی کے حوالے سے حافظ ابن صلاح کا یہ قول نقل کرتے ہیں: لا نعلم فی روایات الوتر مع کثرتھا انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اوتر بواحدۃ فحسب۔ (التلخیص الجبیر ج2 ص15)

ترجمہ: وتر کی روایات کی کثرت کے باوجود ہمیں معلوم نہیں کہ کسی روایت میں یہ آتا ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی صرف ایک رکعت وتر پڑھی ہو۔

2: سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن البتیراء ان یصلی الرجل رکعۃ واحدۃ یوتر بھا۔

(التمہید لابن عبد البر ج5 ص275)

3: سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ما اجزات رکعۃ واحدۃ قط۔

(موطا امام محمد ص150 باب السلام فی الوتر)

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ غیر مقلدین کے پیش کردہ دلائل بہت کمزور ہیں۔ جبکہ ہم نے تعداد رکعات وتر میں جو دلائل پیش کیے ہیں وہ بہت وزنی اور مضبوط ہیں۔ اس لیے اہل السنت والجماعت ان دلائل کے پیش نظر تین رکعات وتر کے قائل ہیں اور تین سے رکعت سے کم وتر کو تسلیم نہیں کرتے۔

ہماری گزارش اہل انصاف سے یہ ہے کہ دلائل کو دیکھتے ہوئے اہل السنت والجماعت کے موقف کو تسلیم فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اتحاد و اتفاق کی دولت نصیب فرمائے اور اہل حق کے ساتھ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامی الکریم

سجدہ تلاوت کے مسائل

قرآن منبع ہدایت ہے، جب اس کی تلاوت تمام آداب، شرائط اور اس کے حقوق ادا کر کے نہایت غور و خوض سے کی جائے تو اللہ تعالی ہدایت عطا فرماتے ہیں اور علم و حکمت کے دریا بہا دیتے ہیں۔ قرآن کریم کی تلاوت کے احکام میں سے ایک حکم سجدہ تلاوت بھی ہے کہ بعض متعین آیات کریمہ کی تلاوت کرنے اور سننے کے بعد سجدہ کرنا واجب ہوتا ہے۔

سجدہ تلاوت کا طریقہ:

مسئلہ 1: سجدہ تلاوت کرنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں چلا جائے اور اللہ اکبر کہتے وقت ہاتھ نہ اٹھائے، سجدہ میں کم از کم تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہہ کر اللہ اکبر کہتے ہوئے سر اٹھالے۔ بس سجدہ تلاوت ادا ہو گیا۔

مسئلہ 2: بہتر یہ ہے کہ کھڑے ہو کر بغیر ہاتھ اٹھائے پہلے اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائیں اور تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ کہیں پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے کھڑے ہو جائیں، ورنہ بیٹھ کر اللہ اکبر کہہ کے سجدہ میں جائیں تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہیں اور اللہ اکبر کہہ کے بیٹھ جائیں، آپ کا سجدہ تلاوت ادا ہو گیا۔

سجدہ تلاوت کے متفرق مسائل:

مسئلہ 1: سجدہ کی آیت پڑھنے اور سننے والے دونوں پر سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ چاہے سننے والا قرآن شریف کے سننے کی غرض سے بیٹھا ہو یا کسی اور کام میں مشغول ہو اور بغیر ارادہ کے آیتِ سجدہ سن لی ہو، اس لیے بہتر یہ ہے کہ تلاوت کرنے والا سجدہ

کی آیت کو آہستہ پڑھے تاکہ کسی اور پر سجدہ واجب نہ ہو۔

مسئلہ 2: اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھی مگر نماز ہی میں سجدہ تلاوت ادا نہ کیا تو نماز کے بعد سجدہ کرنے سے سجدہ تلاوت ادا نہ ہو گا اور وہ شخص گناہ گار ہو گا اب سوائے توبہ استغفار کے اور کوئی صورت نہیں۔

مسئلہ 3: امام صاحب سجدہ کی آیت بھول گئے اور مقتدی نے پڑھ کر لقمہ دیا اور امام نے وہ آیت پڑھ کر سجدہ تلاوت کیا تو بس یہ ایک سجدہ ہی کافی ہے الگ الگ دو سجدے کرنا واجب نہیں۔

مسئلہ 4: نماز میں اگر کوئی شخص آیت سجدہ پڑھے تو فوراً سجدہ کرنا واجب ہے اگر چھوٹی تین آیتیں یا ایک لمبی آیت پڑھ کے سجدہ تلاوت کیا تو آخر میں سجدہ سہو کرنا واجب ہے اگر تین چھوٹی آیات سے کم تلاوت کر کے ہی سجدہ تلاوت کر لیا تو سجدہ سہو واجب نہیں۔

مسئلہ 5: تراویح میں سجدہ تلاوت کا اعلان کرنا ضروری نہیں ہے۔ اگر اعلان کرے تو منع بھی نہیں لیکن اعلان کرنے کو لازم نہ سمجھا جائے کیونکہ خیر القرون میں سلف وصالحین سے اعلان کرنا ثابت نہیں۔ ہاں اگر مقتدیوں کی نماز میں تشویش پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو اعلان کر دینا بہتر ہے۔

مسئلہ 6: جس رکعت میں آیت سجدہ پڑھی ہے اس رکعت میں سجدہ کرنا بھول گیا ہے تو دوسری یا تیسری رکعت میں جب بھی یاد آجائے فوراً سجدہ کر لے اور آخر میں سجدہ سہو بھی کر لے۔

مسئلہ 7: بغیر وضو کے سجدہ تلاوت کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ 8: اگر ایک آیتِ سجدہ تلاوت کی ہے یا سنی ہے تو صرف ایک سجدہ ادا کیا

جائے۔ ایک سے زائد نہیں۔

مسئلہ 9: اگر کئی آیات سجدہ تلاوت کی ہیں یا سنی ہیں تو جتنی تعداد آیات سجدہ کی ہے اتنے ہی سجدے ادا کیے جائیں۔ مثلا اگر 5 آیات سجدہ تلاوت کی ہیں یا سنی ہیں تو صرف 5 سجدے ہی ادا کیے جائیں۔

مسئلہ 10: فوراً اسی وقت سجدہ کرنا ضروری نہیں لیکن مستحب یہ ہے کہ وضو ہو تو اس وقت سجدہ کرلے شاید بعد میں یاد نہ رہے۔

مسئلہ 11: جو چیزیں نماز کے لیے شرط ہیں وہ سجدہ تلاوت کے لیے بھی شرط ہیں، مثلاً وضو کا ہونا، جگہ کا پاک ہونا، بدن اور کپڑے کا پاک ہونا، قبلہ کی طرف رخ کرنا، وغیرہ

مسئلہ 12: اگر کسی عورت نے حیض یا نفاس کی حالت میں کسی سے آیت سجدہ سن لی اس پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوا اور اگر ایسی حالت میں آیت سجدہ سنی کہ مدت حیض یا مدت نفاس پوری ہو چکی تھی لیکن ابھی غسل نہیں کیا تھا تو اب سجدہ تلاوت اس پر واجب ہو چکا ہے غسل کے بعد ادا کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ 13: نماز پڑھنے کے دوران کسی اور شخص سے سجدہ کی آیت سنی تو نماز میں سجدہ نہ کیا جائے بلکہ نماز مکمل کر لینے کے بعد سجدہ ادا کریں۔ اگر نماز ہی میں سجدہ تلاوت ادا کیا تو وہ سجدہ ادا نہیں ہو گا دوبارہ کرنا پڑے گا اور گناہ بھی ہو گا۔

مسئلہ 14: سجدہ کی کوئی آیت پڑھی اور سجدہ نہیں کیا، پھر اسی جگہ نماز کی نیت کی وہی آیت نماز میں پڑھی اور نماز میں سجدہ تلاوت کیا تو یہی سجدہ تلاوت کافی ہے، دونوں سجدے ادا ہو جائیں گے البتہ اگر جگہ بدل گئی ہو تو دوسرا سجدہ کرنا واجب ہو گا۔

مسئلہ 15: اگر کوئی شخص کسی امام سے آیت سجدہ سننے کے بعد اس کی اقتداء کرے تو اس کو امام کے ساتھ سجدہ کرنا چاہیے اور اگر امام سجدہ کر چکا ہو تو دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت: جس رکعت میں امام نے آیت سجدہ تلاوت کی ہو، وہی رکعت اس کو اگر مل جائے تو اس کو سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں اس رکعت کے مل جانے سے یہ سمجھا جائے گا کہ وہ سجدہ مل گیا۔

دوسری صورت: وہ رکعت نہ ملے تو نماز پوری کرنے کے بعد سجدہ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ 16: امام صاحب سجدہ کی آیت بھول گئے اور مقتدی نے پڑھ کر لقمہ دیا ہے اور امام وہ آیت پڑھ کر سجدہ تلاوت کیا تو یہ سجدہ کافی ہے تو اس صورت میں دو سجدے واجب نہیں ہیں۔

مسئلہ 17: اگر آیت سجدہ کی تلاوت کے فوراً بعد یا دو تین آیات پڑھ کر رکوع کیا اور اس میں نیت سجدہ تلاوت کر لی تو سجدہ تلاوت ادا ہو جائے گا اور مقتدیوں کی بھی نیت کرنے کی ضرورت ہے بغیر نیت کے ان کے ذمہ سے سجدہ تلاوت ادا نہ ہو گا اور تین آیات سے زیادہ تلاوت کر لی تو اب رکوع میں نیت کرنے سے سجدہ تلاوت ادا نہ ہو گا۔

مسئلہ 18: اگر کسی آدمی کے ذمہ میں بہت سارے سجدہ تلاوت باقی رہ گئے اور اب بیماری کی وجہ سے زمین پر سجدہ کرنے پر قادر نہیں رہا تو اب وہ جس طرح نماز کا سجدہ اشارہ سے کرتا ہے، سجدہ تلاوت کا سجدہ بھی اسی طرح اشارہ سے کرنے سے ادا ہو جائے گا، اس کے بجائے فدیہ دینا کافی نہیں اور تاخیر کی وجہ سے توبہ و استغفار لازم ہے

مسئلہ 19: آیت سجدہ کا ایک جز بھی تلاوت کر لیا تو سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے اگرچہ پوری آیت تلاوت نہ کی ہو۔

مسئلہ 20: اگر مکروہ اوقات میں یعنی طلوع آفتاب غروب شمس اور زوال کے وقت آیت سجدہ تلاوت کی گئی تو ان اوقات میں سجدہ تلاوت کرنا جائز ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے، افضل اور بہتر یہ ہے کہ مکروہ اوقات نکل جانے کے بعد سجدہ کرے اور اگر آیت

سجدہ کی تلاوت ان وقتوں علاوہ کسی اور وقت میں کی گئی تو اس کا سجدہ ان تین مکروہ وقتوں میں کرنا ٹھیک نہیں بلکہ مکروہ وقت سے پہلے یا بعد میں کیا جائے۔

سجدہ تلاوت کی تعداد:

نمبر شمار	پارہ نمبر	سورۃ کا نام	آیت نمبر
1	9	اعراف	206
2	13	رعد	15
3	14	نحل	50
4	15	بنی اسرائیل	109
5	16	مریم	58
6	17	حج	18
7	19	فرقان	60
8	19	نمل	26
9	21	سجدہ	15
10	23	ص	24
11	24	حم سجدہ	38
12	27	نجم	62
13	30	انشقاق	21
14	30	علق	19

نوٹ: احناف کے ہاں سورۃ حج میں پہلا سجدہ تلاوت کا ہے دوسرا نہیں، جبکہ شوافع کے ہاں سورۃ حج میں دو سجدے ہیں اور سورۃ ص والا سجدہ شکر ہے سجدہ تلاوت نہیں۔

زکوٰۃ کے فضائل و مسائل

دین اسلام میں زکوٰۃ ہر مالدار صاحبِ نصاب پر فرض ہے۔زکوٰۃ کی معاشرتی حیثیت ایک مکمل اور جامع نظام کی ہے۔ اگر ہر صاحبِ نصاب زکوٰۃ دینا شروع کر دے تو مسلمان معاشی طور پر خوشحال ہو سکتے ہیں اور اس قابل ہو سکتے ہیں کہ کسی غیر سے قرض کی بھیک نہ مانگیں اورزکوٰۃ ادا کرنے کی وجہ سے بحیثیت مجموعی مسلمان سود کی لعنت سے بچ سکتے ہیں۔

زکوۃ کی فضیلت:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے تقریباً 32 مقامات پر نماز کے ساتھ زکوٰۃ کو ذکر فرمایا ہے۔ جس سے اس کی اہمیت معلوم ہو سکتی ہے۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی بے شمار احادیث میں زکوٰۃ کی فضیلت، ترغیب اور افادیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ زکوٰۃ کو دین میں بہت اہمیت دی گئی ہے۔اور زکوٰۃ ادانہ کرنے والے کو سخت عذاب کی وعید بتلائی گئی ہے۔ایک حدیث ملاحظہ ہو!

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ما من رجل لا یؤدی زکوۃ مالہ الا جعلہ اللہ یوم القیامۃ فی عنقہ شجاعا ... ولا یحسبن الذین یبخلون بما آتاھم اللہ من فضلہ ۔ (جامع الترمذی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ علیہ السلام کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے مال کی زکوۃ ادا نہیں کرتا قیامت کے دن اس کا مال گنجے سانپ کی شکل میں اس کی گردن میں ڈال دیا جائے گا۔(راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی آیت کا مصداق ہمیں سمجھایا اور یہ آیت تلاوت کی جس کا ترجمہ یہ ہے)اور ہر گز خیال نہ کریں ایسے لوگ جو ایسی چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے کہ یہ بات کچھ ان کے لیے اچھی ہو گی بلکہ یہ بات ان کی بہت بری ہے وہ لوگ قیامت کے روز طوق پہنا دیے جائیں گے اس کا جس میں انہوں نے بخل کیا تھا۔

صاحبِ نصاب کون ہے ؟:

جس مرد یا عورت کی ملکیت میں ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا نقدی مال یا تجارت کا سامان یا ضرورت سے زائد سامان میں سے کوئی ایک چیز یا ان پانچوں چیزوں یا بعض کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو ایسے مرد و عورت کو صاحب نصاب کہا جاتا ہے۔

وجوب کی شرائط:

:1 مسلمان ہونا

:2 نصاب کا پورا ہونا

:3 عاقل بالغ ہو

:4 اس پر سال گزر جائے۔

زکوۃ کے چند اہم مسائل:

مسئلہ 1: اگر کسی کی آمدنی کافی ہے لیکن وہ مقروض ہے اور خرچہ زیادہ ہونے کی وجہ سے قرض ادا کرنے پر قادر نہیں تو ایسے آدمی پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

مسئلہ 2: جس شخص کی ماہانہ آمدنی معقول ہے لیکن سال بھر تک اس کے پاس نصاب

کی مقدار جمع نہیں رہتی اور اس پر زکوۃ واجب نہیں۔

مسئلہ 3: اگر ادھار کی رقم نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ ہے تو وصول ہونے کے بعد زکوۃ ادا کرنا لازم ہوگا اگر ادھار کی رقم وصول ہونے میں چند سال کا عرصہ گزر گیا تو گزشتہ تمام سالوں کی زکوۃ دینا لازم ہوگا۔

مسئلہ 4: اگر استاد غریب ہے نصاب کا مالک نہیں تو شاگرد کے لیے استاد کو زکوۃ دینا جائز بلکہ مستحق استاد کو زکوۃ دینے کا ثواب زیادہ ملے گا۔

مسئلہ 5: مردہ کے ایصال ثواب کے لیے زکوۃ کی رقم دینا جائز نہیں بلکہ دوسری حلال رقم صدقات زکوۃ کے علاوہ سے ایصال ثواب کرنا ہوگا ورنہ میت کو ثواب نہیں ہوگا۔

مسئلہ 6: باپ اور بیٹا مل کر پیسہ کماتے ہیں اور پیسہ والد کے قبضہ میں ہے اور باپ ہی اس میں سے تصرف کرتا ہے اور وہ رقم نصاب کے برابر ہے تو سال گزرنے کے بعد باپ کے لیے زکوۃ ادا کرنا لازم ہوگا بیٹے کے لیے نہیں کیونکہ ان پیسوں کا مالک باپ ہے ہاں اگر وہ اپنا اپنا پیسہ تقسیم کر دیں تو الگ الگ زکوۃ واجب ہوگی۔

مسئلہ 7: اپنے باپ کو زکوۃ دینا جائز نہیں۔

مسئلہ 8: بچہ اگر صاحب نصاب ہے تو نابالغ ہونے کی وجہ سے اس کے مال وغیرہ پر زکوۃ واجب نہیں اور ولی کے لیے نابالغ کے مال سے زکوۃ ادا کرنا لازم نہیں ہوگا دوسری عبادات کی طرح بچہ پر زکوۃ بھی واجب نہیں۔

مسئلہ 9: زکوۃ کی رقم سے مکانات بنا کر مستحق لوگوں میں تقسیم کرنے سے زکوۃ ادا ہوگی البتہ مستحق لوگوں کو مکمل طور پر مالک بنا دینا ضروری ہے مکان کا قبضہ بھی دے دیں رجسٹرڈ کرا کر کاغذات بھی ان کے حوالے کر دے تاکہ وہ اپنے اختیار سے جس قسم کا جائز تصرف کرنا چاہے کر سکیں۔

مسئلہ 10: جو رقم زکوٰۃ کی نیت کے بغیر ادا کی جائے اور جس کو دی جائے وہ خرچ بھی کر لے اب اگر اس مال کو زکوۃ میں شمار کیا جائے تو وہ درست نہیں اور زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔

مسئلہ 11: بھابھی، بھائی، بھتیجا، بہن اگر وہ نصاب کے مالک نہیں اور مستحق بھی ہیں اور ان کا کھانا پینا الگ ہو تو ان سب کو زکوۃ دینا جائز ہے۔

مسئلہ 12: اگر حکومت یا بینک والے کھاتے داروں سے ان کی اجازت سے اصل رقم سے زکوۃ کاٹ کر مستحقین زکوۃ کو مالکانہ طور پر دیتے ہیں تو زکوۃ ادا ہوگی اور اگر اصل رقم سے ادا تو کریں لیکن مالک کے اجازت کے بغیر تو پھر زکوۃ ادا نہیں ہوگی مالک کو زکوۃ ادا کرنا ضروری ہے اور اگر وہ حکومت یا بینک والے اصل رقم سے نہیں بلکہ نفع کے نام پر جمع ہونے والی سود کی رقم سے زکوۃ ادا کریں تو زکوۃ بالکل ادا نہیں ہوگی کیونکہ حرام رقم سے زکوۃ ادا نہیں ہوتی۔

مسئلہ 13: بیوی کو اگر شوہر زکوۃ دے تو یہ جائز نہیں۔

مسئلہ 14: اگر بیوی صاحب نصاب ہے تو خود بیوی کو زکوۃ ادا کرنا ضروری ہے شوہر پر ضروری نہیں۔

مسئلہ 15: پرائز بانڈ کی اصل قیمت یعنی جس رقم سے پرائز بانڈ خریدا ہے وہ نصاب کے برابر ہو تو اس اصلی رقم پر زکوۃ واجب ہے اور ہر قرعہ اندازی میں نام نکلنے کی صورت میں جو رقم زائد ملتی ہے وہ نہ تو لینا جائز ہے اور نہ ہی اس پر زکوٰۃ ہے جہاں سے لیتا ہے واپس کرے ورنہ بغیر ثواب کی نیت کے صدقہ کر دینا ضروری ہے۔

مسئلہ 16: اگر کوئی تجارت کی نیت سے پلاٹ خریدے یا زمین خریدے (یعنی فروخت کرنے کی نیت سے) تو اس صورت میں اس کی قیمت سے ہر سال زکوۃ ادا کرنا فرض ہے

اور ہر سال مارکیٹ میں جو فروخت کی قیمت ہو گی اس کا اعتبار ہو گا۔

مثلاً ایک پلاٹ ایک لاکھ میں خریدا تھا سال مکمل ہونے پر اس کی قیمت 5 لاکھ ہو گی تو زکوۃ 5 لاکھ سے دینی ہو گی اور اگر پلاٹ ذاتی ضروریات کے لیے خریدا تو اس پر زکوۃ واجب نہیں، اور اگر پلاٹ خریدا رقم کو محفوظ کرنے کے لیے تو اس صورت میں بھی زکوۃ ہر سال واجب ہو گی۔

مسئلہ 17: اگر پلاٹ خریدتے وقت فروخت کرنے کی نیت نہیں تھی بعد میں فروخت کرنے کا ارادہ ہو گیا تو جب تک اس کو فروخت نہیں کیا جائے اس پر زکوۃ واجب نہیں۔

مسئلہ 18: اگر کوئی شخص سال کے پورے ہونے سے پہلے یا سال مکمل ہونے کے بعد تھوڑی تھوڑی کر کے زکوۃ ادا کرے تب بھی جائز ہے۔

مسئلہ 19: اگر کسی آدمی نے کمیٹی کے طور پر پیسے جمع کروائے ہوں اور وہ نصاب کے برابر بھی ہوں اور پھر اس آدمی پر کسی قسم کا قرض وغیرہ بھی نہ ہو تو اس محفوظ شدہ پیسوں کی زکوۃ ادا کرنی ضروری ہو گی اور زکوۃ ادا کرتے وقت کمیٹی کی جمع شدہ رقم کو اصل مال اور نقدی کے ساتھ ملایا جائے گا۔

مسئلہ 20: اگر کوئی شخص یوں کرتا ہے کہ وہ انکم ٹیکس ادا کرتا ہے اور پھر یہ سمجھتا ہے کہ انکم ٹیکس کے ساتھ ساتھ زکوٰہ بھی ادا ہو گئی۔ تو اس کی یہ سوچ غلط ہے کیونکہ انکم ٹیکس ملکی ضروریات کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے مقرّر ہے، جبکہ زکوٰۃ ایک مسلمان کے لئے فریضۂ خداوندی اور عبادت ہے، انکم ٹیکس ادا کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، بلکہ زکوٰۃ کا الگ ادا کرنا فرض ہے۔

نوٹ: ہم نے چند مسائل لکھ دیے ہیں۔ زکوٰۃ کے باقی مسائل دریافت کرنے کے لیے اپنے قریبی علماء / دارالافتاء سے رابطہ کریں۔

صلوٰۃ التسبیح

صلوٰۃ التسبیح بہت اہمیت کی حامل ہے۔ اس کی چار رکعت ایک سلام کے ساتھ ہیں۔ ہر رکعت میں پچھتر (75) بار یہ تسبیح سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھنی چاہیئے۔ طریقہ اس حدیث میں منقول ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاس رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ رضی اللہ عنہ یَاعَبَّاسُ! یَاعَمَّاہُ! اَلَا اُعْطِیْكَ اَلَا اَمْنَحُكَ اَلَا اَحْبُوْكَ اَلَا اَفْعَلُ بِكَ عَشْرَ خِصَالٍ اِذَا اَنْتَ فَعَلْتَ ذٰلِكَ غَفَرَاللّٰہُ لَكَ ذَنْبَكَ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ قَدِیْمَہٗ وَحَدِیْثَہٗ خَطَأَہٗ وَعَمَدَہٗ صَغِیْرَہٗ وَکَبِیْرَہٗ سِرَّہٗ وَعَلَانِیَتَہٗ عَشْرَ خِصَالٍ اَنْ تُصَلِّیَ اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ تَقْرَءُ فِیْ کُلِّ رَکْعَةٍ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُوْرَةً فَاِذَا فَرَغْتَ مِنَ الْقِرَائَةِ فِیْ اَوَّلِ رَکْعَةٍ وَاَنْتَ قَائِمٌ قُلْتَ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ وَلَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ خَمْسَ عَشَرَةَ مَرَّةً ثُمَّ تَرْکَعُ فَتَقُوْلُهَا وَاَنْتَ رَاکِعٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَاْسَكَ مِنَ الرُّکُوْعِ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَهْوِیْ سَاجِدًا فَتَقُوْلُهَا وَاَنْتَ سَاجِدٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَاْسَكَ مِنَ السُّجُوْدِ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَسْجُدُ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَاسَكَ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا فَذَالِكَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ فِیْ کُلِّ رَکْعَةٍ تَفْعَلُ ذٰلِكَ فِیْ اَرْبَعِ رَکَعَاتٍ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تُصَلِّیَهَا فِیْ کُلِّ یَوْمٍ مَرَّةً فَافْعَلْ فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِیْ کُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّةً فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِیْ کُلِّ شَهْرٍ مَرَّةً فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِیْ کُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِیْ عُمُرِكَ مَرَّةً۔

(سنن ابی داؤد ج 1 ص 190 باب صلوٰۃ التسبیح)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا۔ اے چچا! کیا میں آپ کو ایک ہدیہ، تحفہ اور ایک خبر نہ دوں؟ کیا میں آپ کو دس باتیں نہ بتاؤں

کہ جب آپ انہیں کرلیں تو اللہ تعالی آپ کے نئے پرانے بھول کر کئے اور جان بوجھ کر کئے ہوئے، چھوٹے بڑے، چھپ کر کئے یا ظاہر سب گناہ معاف فرمادیں۔ وہ دس خصلتیں (باتیں) یہ ہیں کہ آپ چار رکعت پڑھیں۔ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھیں۔ جب پہلی رکعت میں قرات سے فارغ ہوں تو قیام ہی کی حالت میں یہ کلمات سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پندرہ بار پڑھیں، جب رکوع کریں تو حالت رکوع میں دس بار پڑھیں، پھر رکوع سے سر اٹھائیں تو دس مرتبہ کہیں۔ پھر سجدہ کے لئے جھک جائیں تو سجدہ میں دس مرتبہ کہیں۔ پھر سجدہ سے سر اٹھائیں تو دس مرتبہ کہیں۔ پھر سجدہ کریں تو دس مرتبہ کہیں ، پھر سجدہ سے سر اٹھائیں تو دس مرتبہ کہیں (پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جائیں) ہر رکعت میں یہ کل پچھتر بار ہو گئے۔ آپ چار رکعت میں ایسا ہی کریں۔ اگر ہر دن پڑھنے کی طاقت ہو تو ہر دن پڑھیں، اگر ایسا نہ کر سکیں تو ہر جمعہ کو ایک بار پڑھیں، ہر جمعہ کی طاقت نہ ہو تو ہر مہینہ میں ایک بار پڑھیں، اگر ہر مہینہ میں نہ پڑھ سکیں تو سال میں ایک بار پڑھیں اور اگر سال میں بھی نہ پڑھ سکیں تو عمر بھر میں ایک بار ضرور پڑھیں۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ثناء پڑھنے کے بعد مذکورہ تسبیح پندرہ بار پڑھے۔ پھر رکوع سے پہلے رکوع کی حالت میں، رکوع کے بعد، سجدہ اولیٰ میں، سجدہ کے بعد بیٹھنے کی حالت میں، پھر دوسرے سجدہ میں دس دس بار پڑھے پھر سجدہ ثانی کے بعد نہ بیٹھے بلکہ کھڑا ہو جائے۔ باقی ترتیب وہی ہے۔

(جامع ترمذی ج1 ص109 باب ما جاء فی صلوۃ التسبیح، الترغیب والترہیب للمنذری ج1 ص269 الترغیب فی صلوۃ التسبیح)

اعتکاف کے فضائل ومسائل

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ۔ (صحیح البخاری: باب الاعتکاف فی العشر الأواخر، ج1 ص271)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی۔ پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اعتکاف فرماتی رہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ... مَنِ اعْتَكَفَ يَوْمًا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللهِ تَعَالَى جَعَلَ اللهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ ثَلَاثَ خَنَادِقَ كُلُّ خَنْدَقٍ أَبْعَدُ مِمَّا بَيْنَ الْخَافِقَيْنِ۔ (المعجم الاوسط للطبرانی: ج5 ص279 رقم7326)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کی رضا کیلیے ایک دن کا اعتکاف کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقوں کو آڑ بنا دیں گے، ایک خندق کی مسافت آسمان و زمین کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ چوڑی ہے۔

فائدہ: سبحان اللہ! ایک دن کے اعتکاف کی یہ فضیلت ہے تو رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے اعتکاف کی کیا فضیلت ہو گی؟ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو رمضان کی مبارک گھڑیوں میں اعتکاف کرتے ہیں اور مذکورہ فضیلت کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْمُعْتَكِفِ هُوَ

يَعْكِفُ الذُّنُوبَ، وَيُجْرِيْ لَهُ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا۔

(سنن ابن ماجۃ: باب فی ثواب الاعتکاف ص128)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعتکاف کرنے والا گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کی تمام نیکیاں اسی طرح لکھی جاتی رہتی ہیں جیسے وہ ان کو خود کرتا رہا ہو۔

فائدہ: اس حدیث میں اعتکاف کے فوائد میں سے دو بیان کیے گئے ہیں:

1) معتکف جتنے دن اعتکاف کرے گا اتنے دن گناہوں سے بچا رہے گا۔

2) جو نیکیاں وہ باہر کرتا تھا مثلاً مریض کی عیادت، جنازہ میں شرکت، غرباء کی امداد، علماء کی مجالس میں حاضری وغیرہ، اعتکاف کی حالت میں اگرچہ ان کاموں کو نہیں کر سکتا لیکن اس قسم کے اعمال کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے:

مَنِ اعْتَكَفَ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔

(کنز العمال: کتاب الصوم، الفصل السابع فی الاعتکاف و لیلۃ القدر، ج8 ص244)

ترجمہ: جس نے اللہ کی رضا کیلیے ایمان و اخلاص کے ساتھ اعتکاف کیا تو اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

فائدہ: اس حدیث میں اعتکاف کرنے پر جن گناہوں کی معافی کا وعدہ کیا گیا ہے ان سے مراد گناہ صغیرہ ہیں، کیونکہ گناہ کبیرہ کی معافی کیلیے توبہ شرط ہے۔ اعتکاف کرنے والا جب مبارک ساعات میں خدا تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتا ہے، آہ و بکا کرتا ہے اور اپنے سابقہ گناہوں سے سچی توبہ کرتے ہوئے آئندہ نہ کرنے کا عزم کرتا ہے تو یقینی بات ہے اس کے کبیرہ گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں، اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کے ارشاد مبارک میں گناہوں سے مراد کبیرہ بھی ہو سکتے ہیں جن کی معافی اعتکاف میں ہوتی ہے۔ لہٰذا معتکف کو چاہیے کہ توبہ و استغفار کا ضرور اہتمام کیا کرے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَيَقُولُ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ۔

(صحیح البخاری: باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الأواخر، ج1 ص270)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے کہ لیلۃ القدر کو رمضان کی آخری راتوں میں تلاش کیا کرو۔

فائدہ: اعتکاف سے مقصود لیلۃ القدر کو پانا ہے جس کی فضیلت ہزار مہینوں سے زیادہ ہے۔ نیز اس حدیث میں لیلۃ القدر کو تلاش کرنے کیلیے آخری عشرہ کا اہتمام بتایا گیاہے جو دیگر احادیث کی رو سے اس عشرہ کی طاق راتیں ہیں۔ لہٰذا بہتر تو یہی ہے کہ اس آخری عشرہ کی ساری راتوں میں بیداری کا اہتمام کرنا چاہیے ورنہ کم از کم طاق راتوں کو تو ضرور عبادت میں گزارنا چاہیے۔

چند ضروری مسائل:

ماہِ رمضان کے آخری عشرہ میں کیا جانے والا اعتکاف "سنت مؤکدہ علی الکفایہ" ہے، یعنی بڑے شہروں کے محلے کی کسی ایک مسجد میں اور گاؤں دیہات کی پوری بستی کی کسی ایک مسجد میں کوئی ایک آدمی بھی اعتکاف کرے گا تو سنت سب کی طرف سے ادا ہو جائے گی۔ اگر کوئی بھی اعتکاف نہ کرے تو سب گنہگار ہوں گے۔ اس اعتکاف کے چند مسائل یہ ہیں:

مسئلہ 1: رمضان کے سنت اعتکاف کا وقت بیسواں روزہ پورا ہونے کے دن غروبِ

آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور عید کا چاند نظر آنے تک رہتا ہے۔ معتکف کو چاہیے کہ وہ بیسویں دن غروبِ آفتاب سے پہلے اعتکاف والی جگہ پہنچ جائے۔

مسئلہ 2: جس محلے یا بستی میں اعتکاف کیا گیا ہے، اس محلے اور بستی والوں کی طرف سے سنت ادا ہو جائے گی اگرچہ اعتکاف کرنے والا دوسرے محلے کا ہو۔

مسئلہ 3: آخری عشرے کے چند دن کا اعتکاف، اعتکافِ نفل ہے، سنت نہیں۔

مسئلہ 4: عورتوں کو مسجد کے بجائے اپنے گھر میں اعتکاف کرنا چاہیے۔

مسئلہ 5: سنت اعتکاف کی دل میں اتنی نیت کافی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کیلیے رمضان کے آخری عشرے کا مسنون اعتکاف کرتا ہوں۔

مسئلہ 6: کسی شخص کو اجرت دے کر اعتکاف بٹھانا جائز نہیں۔

مسئلہ 7: مسجد میں ایک سے زائد لوگ اعتکاف کریں تو سب کو ثواب ملتا ہے۔

مسئلہ 8: مسنون اعتکاف کی نیت بیس تاریخ کے غروبِ شمس سے پہلے کر لینی چاہیے، اگر کوئی شخص وقت پر مسجد میں داخل ہو گیا لیکن اس نے اعتکاف کی نیت نہیں کی اور سورج غروب ہو گیا تو پھر نیت کرنے سے اعتکاف سنت نہیں ہو گا۔

مسئلہ 9: اعتکافِ مسنون کے صحیح ہونے کیلیے مندرجہ ذیل چیزیں ضروری ہیں:

1: مسلمان ہونا

2: عاقل ہونا

3: اعتکاف کی نیت کرنا

4: مرد کا مسجد میں اعتکاف کرنا

5: مرد اور عورت کا جنابت یعنی غسل واجب ہونے والی حالت سے پاک ہونا (یہ شرط اعتکاف کے جائز ہونے کیلیے ہے لہٰذا اگر کوئی شخص حالت جنابت میں اعتکاف

شروع کر دے تو اعتکاف تو صحیح ہو جائے گا لیکن یہ شخص گناہگار ہو گا)

6: عورت کا حیض و نفاس سے خالی ہونا

7: روزے سے ہونا (اگر اعتکاف کے دوران کوئی ایک روزہ نہ رکھ سکے یا کسی وجہ سے روزہ ٹوٹ جائے تو مسنون اعتکاف بھی ٹوٹ جائے گا۔)

10: جس شخص کے بدن سے بدبو آتی ہو یا ایسا مرض ہو جس کی وجہ سے لوگ تنگ ہوتے ہوں تو ایسا شخص اعتکاف میں نہ بیٹھے البتہ اگر بدبو تھوڑی ہو جو خوشبو وغیرہ سے دور ہو جائے اور لوگوں کو تکلیف نہ ہو، تو جائز ہے۔

اعتکاف کی حالت میں جائز کام:

کھانا پینا (بشرطیکہ مسجد کو گندا نہ کیا جائے)، سونا، ضرورت کی بات کرنا، اپنا یا دوسرے کا نکاح یا کوئی اور عقد کرنا، کپڑے بدلنا، خوشبو لگانا، تیل لگانا، کنگھی کرنا (بشرطیکہ مسجد کی چٹائی اور قالین وغیرہ خراب نہ ہوں)، مسجد میں کسی مریض کا معائنہ کرنا نسخہ لکھنا یا دوا بتا دینا لیکن یہ کام بغیر اجرت کے کرے تو جائز ہیں ورنہ مکروہ ہیں، برتن وغیرہ دھونا، ضروریات زندگی کیلیے خرید و فروخت کرنا بشرطیکہ سودا مسجد میں نہ لایا جائے، کیونکہ مسجد کو باقاعدہ تجارت گاہ بنانا جائز نہیں۔ عورت کا اعتکاف کی حالت میں بچوں کو دودھ پلانا۔ معتکف کا اپنی نشست گاہ کے ارد گرد چادریں لگانا۔ معتکف کا مسجد میں اپنی جگہ بدلنا۔ بقدر ضرورت بستر، صابن، کھانے پینے کے برتن، ہاتھ دھونے کے برتن اور مطالعہ کیلیے دینی کتب مسجد میں رکھنا۔

ممنوعات و مکروہات:

بلا ضرورت باتیں کرنا۔ اعتکاف کی حالت میں فحش یا بے کار اور جھوٹے قصے کہانیوں یا اسلام کے خلاف مضامین پر مشتمل لٹریچر، تصویر دار اخبارات و رسائل یا

اخبارات کی جھوٹی خبریں مسجد میں لانا، رکھنا، پڑھنا، سننا۔ ضرورت سے زیادہ سامان مسجد میں لا کر بکھیر دینا۔ مسجد کی بجلی، گیس اور پانی وغیرہ کا بے جا استعمال کرنا۔ مسجد میں سگریٹ وحقہ پینا۔ اجرت کے ساتھ حجامت بنانا اور بنوانا، لیکن اگر کسی کو حجامت کی ضرورت ہے اور بغیر معاوضہ کے بنانے والا میسر نہ ہو تو ایسی صورت اختیار کی جاسکتی ہے کہ حجامت بنانے والا مسجد سے باہر رہے اور معتکف مسجد کے اندر۔

حاجاتِ طبعیہ:

پیشاب، پاخانہ اور استنجے کی ضرورت کیلیے معتکف کو باہر نکلنا جائز ہے، جن کے مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

1. پیشاب، پاخانہ کیلیے قریب ترین جگہ کا انتخاب کرنا چاہیے۔
2. اگر مسجد سے متصل بیت الخلاء بنا ہوا ہے اور اسے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے تو وہیں ضرورت پوری کرنی چاہیے اور اگر ایسا نہیں ہے تو دور جا سکتا ہے، چاہے کچھ دور جانا پڑے۔
3. اگر بیت الخلاء مشغول ہو تو انتظار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ فارغ ہونے کے بعد ایک لمحہ بھی وہاں ٹھہرنا جائز نہیں۔
4. قضاء حاجت کیلیے جاتے وقت یا واپسی پر کسی سے مختصر بات چیت کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اس کیلیے ٹھہرنا نہ پڑے۔

خواتین کا اعتکاف

بعض لوگ دینی معاملات میں مرد و عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے اور مرد و عورت کو مساجد، عید گاہوں اور اعتکاف میں اکٹھا کر دیا۔ انگریز نے دنیاوی لبادہ اوڑھ کر مرد و عورت میں تفریق کو ختم کیا اور غیر مقلدین نے دینی لبادہ اوڑھ کر مرد و عورت کے درمیان تفریق کو ختم کر دیا۔

حالانکہ مرد و عورت کے طریقہ عبادت میں فرق کا ہونا عقل و نقل دونوں کا تقاضا ہے۔

عبادات دو طرح کی ہیں: 1: بدنیہ، 2: مالیہ

مرد و عورت کے چونکہ مال میں فرق نہیں یعنی نصاب زکوۃ، شرائط زکوۃ وغیرہ میں، اس لیے عبادات مالیہ میں بھی فرق نہیں ہے۔ اس کے برخلاف جب مرد وعورت کے جسم کی ساخت میں فرق ہے تو لا محالہ ان کی عبادات بدنیہ میں فرق ہو گا۔

چند مثالیں:

1: مرد رمضان کے پورے روزے رکھتا ہے جب کہ عورت مخصوص ایام میں روزے نہیں رکھتی۔

2: وجوب حج نصاب تو ایک ہے لیکن مرد اکیلا جا سکتا ہے جب کہ عورت کے لیے محرم کا ہونا بھی شرط ہے۔

3: احرام کے کپڑوں میں فرق ہے۔

4: مرد تلبیہ اونچی آواز سے کہتا ہے جب کہ عورت آہستہ آواز سے کہتی ہے۔

5: طواف کے دوران مرد رمل یعنی اکڑ کر چلتا ہے جب کہ عورت میانہ رفتار سے چلتی ہے۔

6: مرد احرام کی چادر بازو کے نیچے سے نکالتا ہے جب کہ عورت کے لیے اس طرح کرنا جائز نہیں۔

7: دوران سعی مرد کو دوڑنا چاہیے جب کہ عورت کو نہیں دوڑنا چاہیے۔

8: مرد کے لیے حلق [سر منڈانا] افضل ہے جب کہ عورت کے لیے حلق جائز نہیں ہے۔

9: مرد و عورت کی شرعی حدود میں فرق ہے۔

10: مرد عورت کے کفن و دفن میں فرق ہے۔

یہ فروق بدن کی ساخت اور پردے کی وجہ سے ہیں۔ اعتکاف بھی چونکہ بدنی عبادت ہے اس لیے اس میں بھی فرق ہونا چاہیے اور یہ فرق قرآن و حدیث اور عمل متوارث سے ثابت ہے۔ اس لیے فقہاء نے قرآن و سنت کی روشنی میں مسئلہ لکھا ہے کہ مرد کے لیے اپنے محلے کی مسجد میں اعتکاف کرنا اور عورت کے لیے اپنے گھر کی مخصوص جگہ میں اعتکاف کرنا افضل ہے۔ (الہدایہ: ج1 ص209)

قرآن کریم: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ

(سورۃ البقرہ: 187)

ترجمہ: اور تم مسجدوں میں اعتکاف کیا کرو۔

اس آیت کی تفسیر میں امام ابو بکر الجصاص م370ھ فرماتے ہیں:

وأما شرط اللبث فی المسجد فإنه للرجال خاصة دون النساء۔

(احکام القرآن للجصاص: ج1 ص333)

ترجمہ: مسجد میں ٹھہرنے کی شرط (اعتکاف کے لیے) صرف مردوں کے لیے نہ کہ عورتوں کے لیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کروں گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی (کہ وہ بھی اعتکاف کریں گی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا مجھے بھی اجازت دلا دو، انہوں نے اجازت دلا دی۔ جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو انہوں نے بھی (خدام کو خیمہ لگانے کا) حکم دے دیا۔ چنانچہ ان کا بھی خیمہ لگا دیا گیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر اپنے خیمے کی طرف تشریف لے گئے تو بہت سارے خیموں کو دیکھ کر فرمانے لگے: یہ خیمے کیسے ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ حضرت عائشہ، حضرت حفصہ اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہن نے لگائے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا انہوں نے اس سے نیکی کا ارادہ کیا ہے؟ اب میں اعتکاف نہیں کرتا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف سے باہر تشریف لے گئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر گزار چکے تو شوال کے مہینے میں دس دن اعتکاف کیا۔

(صحیح البخاری: ج1 ص274 باب من أراد أن یعتکف ثم بدا لہ أن یخرج)

قارئین کرام! اس حدیث مبارک سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو مسجد میں اعتکاف نہیں کرنا چاہیے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے خیمے لگ جانے کے بعد اکھاڑنے کا حکم نہ دیتے۔

لیلۃ القدر... فضائل و مسائل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من قام لیلۃ القدر ایمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه۔

(صحیح بخاری ج1 ص270 باب فضل لیلۃ القدر)

جس شخص نے ایمان کی حالت میں خلوص نیت سے لیلۃ القدر میں عبادت کی تو اللہ تعالیٰ اس کے گذشتہ گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں۔

لیکن اس فضیلت کے حصول کے لیے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے 2 شرطیں ذکر کی ہیں:

1: عبادت کرنے والا مومن ہو یعنی عقیدہ صحیح ہو، اگر عقیدہ ہی غلط ہو تو ایک لیلۃ القدر نہیں ہزار لیلۃ القدر بھی عبادت کرتا رہے تو وہ محروم ہی رہے گا۔ کیونکہ عقیدہ اصل اور بنیاد ہے۔ اگر بنیاد ہی درست نہ ہو تو عبادت والی عمارت کیسے کھڑی ہو گی یعنی عقائد اسلام کی بنیاد ہیں اگر ایک عقیدہ بھی غلط ہو گیا تو گمراہی مقدر بنے گی۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ اس رات کی برکت حاصل کرنے کے لیے عقائد اہل السنۃ والجماعۃ کو اپنائیں اور لوگوں میں بھی ان عقائد کی محنت کریں۔

2: عبادت کرنے والے کی نیت درست ہو، اگر نیت میں ریا، دکھلاوا آ گیا تو رات بھر جاگنا اور عبادت کرنا کسی کام کا نہیں۔

<u>فائدہ:</u> اس حدیث میں اور اس طرح کی احادیث میں جو عبادت پر گناہوں کی معافی کا تذکرہ ہے اس سے مراد صغیرہ گناہ ہیں باقی کبیرہ گناہ کی معافی کے لیے توبہ اور

حقوق العباد والے گناہوں کی معافی کے لیے ان حقوق کی ادائیگی یا پھر صاحب حق سے معافی ضروری ہے صرف عبادت سے وہ کبھی معاف نہ ہوں گے۔

لیلۃ القدر کون سی رات ہے؟

عن عائشة رضی الله عنها ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال تحروا لیلة القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان۔ (صحیح بخاری ج1 ص270)

ترجمہ: لیلۃ القدر کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ یعنی، 21، 23، 25، 27، 29 کی راتوں میں تلاش کرو۔ اسی طرح کی ایک حدیث مسند احمد (ج16 ص399 رقم 22612) میں بھی ہے جس میں حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر کے متعلق سوال کیا کہ وہ کون سی رات ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

لیلۃ القدر کی مخصوص دعا:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے یوں دعا مانگنا: اللهم انك عفو تحب العفو فاعف عنی۔ (سنن ابن ماجہ ص274 باب الدعاء بالعفو والعافیۃ)

ترجمہ: اے پروردگار آپ بہت معاف فرمانے والے ہیں اور معاف کرنے کو پسند بھی فرماتے ہیں مولائے کریم مجھے معاف فرمادیں۔

لیلۃ القدر میں فضول کاموں سے بچیں:

اتنی بابرکت رات میں بھی امت کے بہت سارے افراد اعتدال کا دامن چھوڑ کر افراط و تفریط کر کے عتاب کے مستحق بنتے ہیں: مساجد پر چراغاں کرنا، اہتمام کے ساتھ اعلانات کر کے مساجد میں باجماعت صلوٰۃ التسبیح ادا کرنا۔ دعا ہے کہ اللہ ہمیں اس رات اپنی عبادت کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور اس کو ذریعہ بخشش بنائے۔

قضائے عمری کا مسئلہ

قرآن کریم کے پانچویں پارے میں سورۃ نساء کی آیت نمبر 103 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا اللہ تعالی نے اہل ایمان پر نماز کو مقررہ اوقات میں فرض کیا ہے۔ اس لیے اپنے وقت پر نماز کو ادا کرنا ضروری ہے، ہاں اگر کبھی کبھار کسی عذر، بیماری یا کسی مجبوری کی وجہ سے نماز وقت میں ادا نہ کر سکیں تو شریعت نے اس عبادت کی اہمیت کے پیش نظر اسے بعد میں ادا کرنے کا سختی سے حکم دیا ہے۔ آج کل تساہل پسندی کا زمانہ ہے، اول تو بہت سے مسلمان نماز ادا ہی نہیں کرتے، اگر کبھی پڑھ بھی لیں تو شرائط و آداب کا بالکل خیال نہیں کرتے اور خشوع خضوع سے خالی نماز محض اٹھک بیٹھک کا نمونہ پیش کرتی ہے اور بس۔

چاہیے تو یہ تھا کہ مسلمان اہم العبادات (نماز) کے چھوٹ جانے پر نادم ہوتے، توبہ تائب ہوتے، اور شریعت کے حکم کے مطابق اپنی قضاء شدہ نمازوں کو جلد ادا کرتے۔ افسوس صد افسوس کہ بعض دین کے ٹھیکے داروں نے اپنی کم علمی اور کوتاہ فہمی سے اس معاملے کو بھی اپنی اوٹ پٹانگ خواہشات کے حوالے کر دیا۔ چنانچہ افراط تفریط کا شکار ہو کر رہ گئے۔

ایک گروہ نے یہ نظریہ بنالیا کہ قضاء شدہ نمازوں کو ادا کرنے کی ضرورت نہیں محض توبہ ہی سے کام چلالیا جائے۔ جبکہ دوسری طرف بعض اہل بدعت نے اس عبادت کا حلیہ بگاڑتے ہوئے یہ حل نکالا کہ ساری زندگی کی نمازیں ادا کرنا بہت دشوار ہے اس لیے رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو قضائے عمری کے نام سے ایک نئی نماز

ایجاد کی اور یہ کہا کہ صرف چار رکعتوں کو مخصوص طریقے سے ادا کر لینے سے ساری عمر کی نمازیں ادا ہو جائیں گی۔

اس طبقہ فکر کے افراد رمضان المبارک میں اس مخصوص نماز کے جھوٹے میسجز پھیلاتے ہیں، جس کی وجہ سے امت کا ایک بہت بڑا طبقہ ان کے فریب کا شکار ہو جاتا ہے، عام سادہ لوح مسلمان بھی اسے صحیح سمجھ کر اپنی زندگی بھر کی نمازیں ادا نہیں کرتے اور اس نماز کو پڑھ لینے کے بعد یہ سمجھتے ہیں کہ اب ہمیں قضاء شدہ نمازوں کو ادا کرنے کی ضرورت بھی نہیں رہی۔

جبکہ اہل السنت والجماعت کا نظریہ بالکل الگ ہے وہ یہ ہے کہ قضاء شدہ نمازیں نہ تو محض توبہ سے ذمہ سے ساقط ہوتی ہیں اور نہ رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو چار رکعات کی مخصوص نماز کو ادا کر لینے سے ساری نمازیں ادا ہوتی ہیں۔ بلکہ قضاء شدہ نمازوں کو ادا کرنا ضروری ہے۔ چند دلائل پیش خدمت ہیں۔

احادیث مبارکہ:

1: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ من نسی صلاۃ فلیصل اذا ذکرھا لا کفارۃ لھا الا ذالك.

(صحیح بخاری ج 1 ص 84 باب من نسی صلاۃ)

ترجمہ: جو شخص نماز کو (اپنے وقت پر پڑھنا) بھول جائے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ جب بھی اس کو یاد آئے (کہ اس نے فلاں نماز نہیں پڑھی) تو اسے چاہیے کہ وہ نماز پڑھے اس کے علاوہ اس کا کوئی کفارہ نہیں۔

2: جبکہ صحیح مسلم میں کچھ الفاظ کے اختلاف کے ساتھ یہ حدیث موجود ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَسِيَ صَلَاةً

أَوْ نَامَ عَنْهَا فَكَفَّارَتُهَا أَنْ يُصَلِّيَهَا إِذَا ذَكَرَهَا۔ (صحیح مسلم: ج1ص 27)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے یا سوتا رہ جائے تو اس کا کفارہ یہی ہے کہ جب یاد آجائے تو نماز پڑھ لے۔

3: امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں ایک روایت لائے ہیں: سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الرجل یرقد عن الصلوٰۃ او یغفل عنھا قال: کفارتھا ان یصلیھا اذا ذکرھا۔ (سنن نسائی ج1 ص100 باب فی من نام عن صلوٰۃ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو نماز کے وقت میں سو جائے یا غفلت کی وجہ سے چھوڑ دے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کا کفارہ یہی ہے کہ جب بھی اسے اپنی قضاء شدہ نماز یاد آئے تو وہ اسے پڑھ لے۔

اقوالِ صحابہ:

1: امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی کتاب موطا امام مالک میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل فرماتے ہیں:

عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُولُ مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلَمْ يَذْكُرْهَا إِلَّا وَهُوَ مَعَ الْإِمَامِ فَإِذَا سَلَّمَ الْإِمَامُ فَلْيُصَلِّ الصَّلَاةَ الَّتِي نَسِيَ ثُمَّ لِيُصَلِّ بَعْدَهَا الْأُخْرَى۔ (موطا امام مالک:۱۵۵)

ترجمہ: حضرت نافعؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے، پھر امام کے ساتھ نماز پڑھتے وقت اس کو اپنی چھوڑی ہوئی قضاء نماز یاد آجائے تو جب امام سلام پھیرے تو اس کو چاہئے کہ پہلے

وہ بھولی ہوئی قضاء نماز پڑھے پھر اس کے بعد دوسری نماز پڑھے۔

2: امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع میں حضرت ابو عبیدہ بن عبداللہ بن مسعود کی ایک روایت نقل کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُودٍ إِنَّ الْمُشْرِكِينَ شَغَلُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَرْبَعِ صَلَوَاتٍ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَتّٰى ذَهَبَ مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللّٰهُ فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعِشَاءَ۔ (جامع ترمذی ص43)

حضرت ابو عبیدہ بن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غزوۂ خندق والے دن مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار نمازیں پڑھنے سے روک دیا تھا یہاں تک رات کا کچھ حصہ گذر گیا، جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا تو انہوں نے اذان دی اور پھر اقامت کہی، پس ظہر کی نماز پڑھی، پھر اقامت کہی تو عصر کی نماز پڑھی، پھر اقامت کہی تو مغرب کی نماز پڑھی، پھر اقامت کہی اور عشاء کی نماز پڑھی۔

اقوال فقہاء:

1: امام بخاری حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں:

وقال ابراهيم من ترك صلاة واحدة عشرين سنة لم يعد الا تلك الصلوٰة الواحدة۔ (صحیح بخاری ج1 ص84)

جس شخص نے ایک نماز چھوڑ دی تو (اگرچہ) بیس سال بھی گزر جائیں تو وہ شخص اسی اپنی قضاء شدہ نماز کو ادا کرے۔

2: امام ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فالاصل فیہ ان کل صلوٰۃ فاتت عن الوقت بعد ثبوت وجوبھا فیہ فانہ یلزم قضاؤھا۔ سواء ترکھا عمدا او سھوا او بسبب نوم وسواء کانت الفوائت قلیلۃ او کثیرۃ۔ (بحر الرائق ج2 ص141)

ترجمہ: اصول یہ ہے کہ ہر وہ نماز جو کسی وقت میں واجب ہونے کے بعد رہ گئی ہو، اس کی قضاء لازم ہے خواہ انسان نے وہ نماز جان بوجھ کر چھوڑی ہو یا بھول کر، یا نیند کی وجہ سے نماز رہ گئی ہو۔ چھوٹ جانے والی نمازیں زیادہ ہوں یا کم ہوں۔ (بہر حال قضا لازم ہے۔)

3: مشہور شارحِ مسلم علامہ نووی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فِیهِ وُجُوب قَضَاء الْفَرِيضَة الْفَائِتَة سَوَاء تَرَكَهَا بِعُذْرٍ كَنَوْمٍ وَنِسْيَان أَوْ بِغَيْرِ عُذْر۔

(شرح مسلم للنووی: ج1 ص231)

ترجمہ: جس شخص کی نماز فوت ہو جائے اس کی قضاء اس پر ضروری ہے خواہ وہ نماز کسی عذر کی وجہ سے رہ گئی ہو جیسے نیند، اور بھول یا بغیر عذر کے چھوٹ گئی ہو۔

4: امام جصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وھذا الذی ورد بہ الأثر من إیجاب قضاء الصلاۃ المنسیۃ عند الذکر لا خلاف بین الفقھاء فیہ، وقد روی عن بعض السلف فیہ قول شاذ لیس العمل علیہ۔ (احکام القرآن للجصاص: ج3 ص288)

ترجمہ: یہ جو اثر بھولے سے نماز قضاء کے ادا کرنے پر ہے یاد آنے پر اس کی قضاء میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے اور جو بعض سلف سے قول مروی ہے وہ شاذ ہے اس پر عمل نہیں۔

5: صاحبِ رحمۃ الامۃ فرماتے ہیں: و اتفقوا علی وجوب قضاء الفوائت۔

(رحمۃ الامامۃ: 146)

ترجمہ: علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فوت شدہ نمازوں کی قضاء کرنا ضروری ہے۔

نوٹ: احناف کی طرح دیگر ائمہ کرام کے مقلدین کا بھی قرآن و سنت کی روشنی میں یہی موقف ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیں:

6: امام مالک رحمہ اللہ کے مقلدین کا مذہب........ المدونۃ الکبریٰ ج1 ص215

7: امام شافعی رحمہ اللہ کے مقلدین کا مذہب.............. فتح الجواد ج1 ص223

8: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مقلدین کا مذہب... الانصاف ج1 ص442

جلیل القدر محدث کا دوٹوک فیصلہ:

علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حدیث "من قضی صلاۃ من الفرائض فی آخر جمعة من شهر رمضان كان ذالك جابرا لكل صلاة فائتة فی عمره الی سبعين سنة باطل قطعا لانه مناقض للاجماع علی ان شيئا من العبادات لا يقوم مقام فائتة سنوات.

(الموضوعات الکبریٰ ص356)

ترجمہ: یہ روایت کہ جو شخص رمضان کے آخری جمعہ میں ایک فرض نماز قضاء پڑھ لے تو ستر سال تک اس کی عمر میں جتنی نمازیں چھوٹی ہوں گی ان سب کی ادائیگی ہو جائے گی یہ روایت قطعی طور پر باطل ہے اس لیے کہ یہ حدیث اجماع کے خلاف ہے۔ جبکہ اجماع اس پر ہے کہ کوئی بھی عبادت سالہا سال کی چھوٹی ہوئی نمازوں کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔

نوٹ: فقہاء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ قضاء شدہ نمازوں میں سے صرف فرض نمازوں اور وتروں کو ادا کیا جائے سنتوں اور نوافل کی قضاء نہیں کی جائے گی۔

صدقۃ الفطر فضائل ومسائل

صدقۃ الفطر کا نصاب:

جس مرد یا عورت کی ملکیت میں ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا نقدی مال یا تجارت کا سامان یا ضرورت سے زائد سامان میں سے کوئی ایک چیز یا ان پانچوں چیزوں کا یا بعض کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو ایسے مرد وعورت پر صدقۃ الفطر ادا کرنا واجب ہے۔

(الجوہرۃ النیرۃ: ج1ص160، باب من یجوز دفع الصدقۃ الیہ ومن لایجوز)

یاد رہے کہ وہ اشیاء جو ضرورت و حاجت کی نہ ہوں بلکہ محض نمود ونمائش کی ہوں یا گھروں میں رکھی ہوئی ہوں اور سارا سال استعمال میں نہ آتی ہوں تو وہ بھی نصاب میں شامل ہوں گی۔ (بدائع الصنائع: ج2ص158)

ادائیگی کا وقت:

صدقہ فطر کی ادائیگی کا اصل وقت عید الفطر کے دن نماز عید سے پہلے ہے، البتہ رمضان کے آخر میں کسی بھی وقت ادا کیا جا سکتا ہے۔ (نور الانوار: ص56)

صدقہ فطر کی مقدار:

صدقہ فطر کھجور، کشمش یا جَو کی صورت میں دیا جائے تو ایک صاع کی مقدار دینا چاہیے اور گندم کی صورت میں دیں تو نصف صاع دیا جائے گا۔

(الاختیار لتعلیل المختار: ج1ص123، 124 باب صدقۃ الفطر)

ایک صاع کی مقدار ساڑھے تین سیر اور نصف صاع کی مقدار پونے دو سیر

ہے۔ (اوزانِ شرعیہ از مفتی محمد شفیع: ص34، 38 ملخصًا)

صدقہ کے مصارف:

:1 صدقۂ فطر کے مستحق ایسے غریب حضرات ہیں جن کو زکوٰۃ دی جاتی ہے۔

(الدر المختار: ج3 ص379 باب صدقۃ الفطر)

:2 صدقۂ فطر ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی اسی طرح بیٹا بیٹی، پوتا پوتی اور نواسا نواسی کو دینا درست نہیں ہے۔ ایسے ہی بیوی شوہر کو اور شوہر بیوی کو اپنا صدقۂ فطر نہیں دے سکتا۔ (تحفۃ الفقہاء: ج1 ص303 باب من یوضع فیہ الصدقۃ)

:3 ان رشتہ داروں کے علاوہ مثلاً بھائی بہن، بھتیجا بھتیجی، بھانجا بھانجی، چچا چچی، پھوپا پھوپی، خالہ خالو، ماموں ممانی، سسر ساس، سالہ بہنوئی، سوتیلی ماں سوتیلا باپ ان سب کو صدقۂ فطر دینا درست ہے بشرطیکہ یہ غریب اور مستحق ہوں۔

(البحر الرائق: ج2 ص425 کتاب الزکوٰۃ- باب مصرف الزکوٰۃ)

صدقہ فطر کے متفرق مسائل:

:1 اگر عورت صاحبِ نصاب ہو تو اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہے، مگر عورت پر کسی اور کی طرف سے فطرانہ نکالنا ضروری نہیں ہے، نہ بچوں کی طرف سے، نہ ماں باپ کی طرف سے، نہ شوہر کی طرف سے۔

(رد المحتار: ج3 ص370 باب صدقۃ الفطر، الاختیار لتعلیل المختار: ج1 ص123 باب صدقۃ الفطر)

:2 مردوں پر جس طرح اپنی طرف سے صدقہ فطر دینا ضروری ہے، اس طرح نابالغ اولاد کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کرنا ضروری ہے۔ والدین، بالغ اولاد اور بیوی کی طرف سے دینا واجب نہیں۔

(الاختیار لتعلیل المختار: ج1 ص123 باب صدقۃ الفطر)

اسی طرح بہن بھائیوں اور دیگر رشتہ داروں کی طرف سے بھی ادا کرنا واجب نہیں اگرچہ وہ اس کے عیال داری میں کیوں نہ رہتے ہوں۔

(فتاویٰ عالمگیری:ج1ص212 الباب الثامن فی صدقۃ الفطر)

البتہ اگر بالغ لڑکا یا لڑکی مجنون ہو تو اس کی طرف سے اس کے والد صدقہ فطر ادا کریں گے۔ (ردالمحتار:ج3ص368 باب صدقۃ الفطر)

3: اگر گندم کے علاوہ کوئی اور غلہ باجرہ چاول وغیرہ دیا جائے تو اس میں گندم کی قیمت کا اعتبار ہو گا یعنی جس قدر پونے دو کلو گندم کی قیمت ہو اتنی رقم کا غلہ دیا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ:ج5ص172)

4: جس نے کسی وجہ سے رمضان کے روزے نہیں رکھے اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہے اور جس نے روزے رکھے اس پر بھی واجب، دونوں میں کچھ فرق نہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ:ج5ص172)

نماز عید

عیدین کی نماز دو رکعت ہے جو چھ زائد تکبیروں کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔ پہلی رکعت میں ثناء کے بعد قرأت سے پہلے تین زائد تکبیریں کہی جاتی ہیں اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد تین زائد تکبیریں کہہ کر رکوع کی تکبیر کہہ کر رکوع میں چلے جاتے ہیں۔ پہلی رکعت میں تین زائد تکبیرات چونکہ تکبیرِ تحریمہ کہہ کر ثناء کے متصل بعد کہی جاتی ہیں اور دوسری رکعت میں یہ تکبیرات کہہ کر متصل رکوع کی تکبیر کہی جاتی ہے، اس لیے اس اتصال کی وجہ سے پہلی رکعت میں تکبیرِ تحریمہ کے ساتھ مل کر یہ تکبیرات چار ہوتی ہیں اور دوسری رکعت میں رکوع کی تکبیر سے مل کر چار۔ گویا ہر رکعت میں چار تکبیرات شمار ہوں گی۔ بعض روایات میں پہلی رکعت میں تکبیرِ تحریمہ، تین زائد تکبیرات اور رکوع کی تکبیر کو ملا کر پانچ اور دوسری رکعت میں تین زائد تکبیرات اور رکوع کی تکبیر کو ملا کر چار بتایا گیا ہے اور مجموعی طور پر نو تکبیرات شمار کی گئی ہیں۔ دونوں صورتوں میں زائد تکبیرات چھ ہی بنتی ہیں۔

1: عَنِ الْقَاسِمِ اَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِیْ بَعْضُ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلّٰی بِنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ عِیْدٍ فَکَبَّرَ اَرْبَعًا وَاَرْبَعًا ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْھِہٖ حِیْنَ انْصَرَفَ فَقَالَ لَا تَنْسَوْا کَتَکْبِیْرِ الْجَنَائِزِ وَاَشَارَ بِاَصَابِعِہٖ وَقَبَضَ اِبْھَامَہٗ۔ (شرح معانی الآثار ج2 ص371 باب صلوۃ العیدین)

ترجمہ: ابو عبدالرحمٰن قاسم فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی نے بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عید کی نماز پڑھائی تو چار چار تکبیریں کہیں جب نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: بھول نہ

جانا عید کی تکبیریں جنازہ کی طرح (چار) ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کی انگلیوں کا اشارہ فرمایا اور انگوٹھا بند کر لیا۔

2: عَنْ مَكْحُولٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ اَبُوْ عَائِشَةَ جَلِيْسٌ لِّاَبِىْ هُرَيْرَةَ: اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ سَأَلَ اَبَامُوْسٰى الْاَشْعَرِیَّ وَحُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ فِى الْاَضْحٰى وَالْفِطْرِ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا تَكْبِيْرَةً عَلَى الْجَنَائِزِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ صَدَقَ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى كَذٰلِكَ كُنْتُ اُكَبِّرُ فِى الْبَصْرَةِ حَيْثُ كُنْتُ عَلَيْهِمْ۔

(سنن ابی داؤد ج1 ص170 باب التکبیر فی العیدین، السنن الکبریٰ للبیہقی ج3 ص289)

ترجمہ: حضرت مکحول فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو ہریرہ کے ہمنشین ابو عائشہ نے بتایا کہ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں کتنی تکبیریں کہتے تھے؟ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا چار تکبیریں کہتے تھے، جیسا کہ آپ جنازہ میں کہتے تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ (حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ) سچ کہتے ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جب میں بصرہ کا گورنر تھا تو وہاں بھی اسی طرح تکبیریں کہا کرتا تھا۔

3: عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَا كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ جَالِسًا وَعِنْدَهٗ حُذَيْفَةُ وَاَبُوْ مُوْسٰى رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَسَأَلَهُمْ سَعِيْدُ بْنُ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ التَّكْبِيْرِ فِى الصَّلٰوةِ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى فَجَعَلَ هٰذَا يَقُوْلُ: سَلْ هٰذَا وَ هٰذَا يَقُوْلُ: سَلْ هٰذَا حَتّٰى قَالَ لَهٗ حُذَيْفَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ سَلْ هٰذَا لِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَسَأَلَهٗ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا ثُمَّ يَقْرَأُ ثُمَّ يُكَبِّرُ

فَيَرْكَعُ ثُمَّ يُكَبِّرُ فِي الثَّانِيَةِ فَيَقْرَأُ ثُمَّ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا بَعْدَ الْقِرَائَةِ۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ج4 ص593 رقم 9402، مصنف عبد الرزاق ج3 ص167، رقم 5704)

ترجمہ: علقمہ اور اسود بن یزید کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، ان کے پاس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ تو ان سے حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی تکبیروں کے متعلق سوال کیا۔ حضرت حذیفہ نے کہا: ان (حضرت ابو موسیٰ) سے پوچھو، اور حضرت ابو موسیٰ نے کہا: ان (حضرت حذیفہ) سے پوچھو، پھر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ مسئلہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھو۔ چنانچہ انہوں نے پوچھا تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نمازی چار تکبیریں (ایک تکبیر تحریمہ اور تین تکبیرات زائدہ) کہے، پھر قراءت کرے، پھر تکبیر کہ کر رکوع کرے دوسری رکعت میں تکبیر کہے، پھر قراءت کرے، پھر قرأت کے بعد چار تکبیریں کہے۔ (تین تکبیرات زائدہ اور ایک تکبیر رکوع کے لیے)

4: عَنْ كُرْدُوْسٍ قَالَ: أَرْسَلَ الْوَلِيْدُ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَ حُذَيْفَةَ وَ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ وَ أَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ بَعْدَ الْعَتَمَةِ فَقَالَ: إِنَّ هٰذَا عِيْدُ الْمُسْلِمِيْنَ، فَكَيْفَ الصَّلٰوةُ؟ فَقَالُوْا: سَلْ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ: يَقُوْمُ فَيُكَبِّرُ أَرْبَعًا ثُمَّ يَقْرَءُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَ سُوْرَةٍ مِّنَ الْمُفَصَّلِ ثُمَّ يُكَبِّرُ وَ يَرْكَعُ فَتِلْكَ خَمْسٌ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَقْرَءُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ مِّنَ الْمُفَصَّلِ ثُمَّ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا يَرْكَعُ فِيْ آخِرِهِنَّ فَتِلْكَ تِسْعٌ فِي الْعِيْدَيْنِ فَمَا أَنْكَرَهُ وَاحِدٌ مِّنْهُمْ۔

(المعجم الکبیر للطبرانی: ج4 ص393,392 رقم الحدیث 9400)

ترجمہ: حضرت کردوس رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت ابو مسعود اور حضرت ابو

موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کے پاس تہائی رات گزرنے کے بعد پیغام بھیجا کہ یہ مسلمانوں کی عید کا دن ہے، اس میں نماز کا کیا طریقہ ہے؟ ان سب نے کہا: ابو عبد الرحمن یعنی عبد اللہ بن مسعود سے پوچھو۔ چنانچہ قاصد نے ان سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: کھڑے ہو کر چار تکبیریں (ایک تکبیر تحریمہ اور تین تکبیرات زائدہ) کہے۔ پھر سورۃ الفاتحہ اور مفصل سورتوں میں سے کوئی سورت پڑھے، پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے، یہ پانچ تکبیریں ہوئیں۔ پھر (دوسری رکعت میں) کھڑے ہو کر سورت فاتحہ اور مفصل سورتوں میں سے کوئی سورت پڑھے، پھر چار تکبیریں کہے جن میں سے آخری تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے، عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں یہ نو تکبیریں بنتی ہیں۔ ان سب حضرات میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔ [جو کہ ان حضرات کی طرف سے زبردست تائید ہے کہ یہی طریقہ صحیح ہے]

5: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تکبیراتِ جنازہ کے چار ہونے پر تمام صحابہ اور کا اتفاق ہوا۔ حدیث کے الفاظ ہیں: فَاَجْمَعُوْا اَمْرَهُمْ عَلٰی اَنْ يَّجْعَلُوْا التَّكْبِيْرَ عَلَى الْجَنَائِزِ مِثْلَ التَّكْبِيْرِ فِي الْاَضْحٰى وَالْفِطْرِ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ۔

(شرح معانی الآثار ج1 ص319 باب التکبیر علی الجنائز کم ھو؟)

ترجمہ: تو انہوں نے اس امر پر اتفاق کیا کہ نماز عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی چار تکبیروں کی طرح جنازہ کی بھی چار تکبیریں ہیں۔

6: عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: فِي الْاُوْلٰى خَمْسُ تَكْبِيْرَاتٍ بِتَكْبِيْرَةِ الرَّكْعَةِ وَبِتَكْبِيْرَةِ الْاِسْتِفْتَاحِ وَفِي الرَّكْعَةِ [الْاُخْرٰى] اَرْبَعَةٌ بِتَكْبِيْرَةِ الرَّكْعَةِ

(مصنف عبد الرزاق: ج3 ص166 رقم الحدیث 5702 باب التکبیر فی صلوۃ العید)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز عید کی پہلی

رکعت میں رکوع اور تحریمہ کی تکبیر کو ملا کر پانچ تکبیریں ہوتی ہیں اور دوسری رکعت میں رکوع والی تکبیر کو ملا کر چار تکبیریں بنتی ہیں[خلاصہ یہ کہ ہر رکعت میں زائد تکبیروں کی تعداد تین ہے]

7: عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّهُ صَلّٰى خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي الْعِيْدِ فَكَبَّرَ اَرْبَعًا ثُمَّ قَرَءَ ثُمَّ كَبَّرَ فَرَفَعَ ثُمَّ قَامَ فِي الثَّانِيَةِ فَقَرَءَ ثُمَّ كَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ كَبَّرَ فَرَفَعَ۔ (سنن الطحاوی:ج2ص372باب التکبیر علی الجنائز کم ھو؟)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن الحارث نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے عید کی نماز پڑھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پہلے چار تکبیریں کہیں، پھر قراءت کی، پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا۔ پھر جب آپ دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے تو پہلے قراءت کی پھر تین تکبیریں کہیں، پھر (چوتھی) تکبیر کہہ کر رکوع کیا۔

تکبیرات عیدین میں رفع یدین:

نماز عیدین میں تکبیرات کے ساتھ رفع یدین کیا جاتا ہے:

دلیل نمبر1:

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ اَنَّهُ قَالَ: تُرْفَعُ الْاَيْدِيْ فِيْ سَبْعِ مَوَاطِنَ؛فِي افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَ فِي التَّكْبِيْرِ لِلْقُنُوْتِ فِي الْوِتْرِ وَ فِي الْعِيْدَيْنِ وَ عِنْدِ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ وَ عَلَى الصَّفَا وَ الْمَرْوَةِ وَبِجَمْعٍ وَعَرَفَاتٍ وَعِنْدَ الْمَقَامَيْنِ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ۔

(سنن الطحاوی:ج1ص417باب رفع الیدین عند رویۃ البیت)

ترجمہ: جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سات جگہوں میں رفع یدین کیا جاتا ہے۔(۱) نماز کے شروع میں (۲)نمازِ وتر میں قنوت کے وقت (۳)عیدین میں (۴) حجر اسود کو سلام کے وقت، (۵) صفا و مروہ پر، (۶) مزدلفہ

اور عرفات میں (۷) دو جمروں کے پاس ٹھہرتے وقت۔

دلیل نمبر 2:

وَاتَّفَقُوْا عَلٰی رَفْعِ الْیَدَیْنِ فِی التَّکْبِیْرَاتِ۔

(مرقاۃ المفاتیح لعلی القاری: ج 3 ص 495 باب صلاۃ العیدین رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ: ص 63)

ترجمہ: فقہاء کرام کا عیدین کی تکبیرات کے رفع یدین پر اتفاق ہے۔

دلیل نمبر 3:

وَاَجْمَعُوْا عَلٰی اَنَّہٗ یُرْفَعُ الْاَیْدِیْ فِیْ تَکْبِیْرِ الْقُنُوْتِ وَ تَکْبِیْرَاتِ الْعِیْدَیْنِ

(بدائع الصنائع للکاسانی: ج 1 ص 484، رفع الیدین فی الصلوۃ)

ترجمہ: فقہاء کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتروں میں قنوت کی تکبیر اور عیدین کی تکبیرات کے وقت رفع یدین کیا جائے۔

فائدہ: پنجگانہ نمازوں میں رکوع کو جاتے، رکوع سے سر اٹھاتے اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرنا ممنوع اور عیدین میں کیا جانے والا رفع یدین مشروع ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے: وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ۔ (سورۃ طٰہٰ: 14)

ترجمہ: اور میرے ذکر کے لیے نماز قائم کرو۔

تو نماز کا وہ عمل جو خود ذکر یا مقرون بالذکر (ذکر سے ملا ہوا) ہو تو اس آیت کی رو سے مطلوب ہو گا اور اگر وہ عمل خود ذکر یا مقرون بالذکر نہ ہو تو غیر مطلوب اور قابلِ ترک ہو گا۔ عیدین والے رفع یدین کے ساتھ ذکر یعنی اللہ اکبر ملا ہوتا ہے اس لیے یہ مطلوبِ شریعت ہے اور پنجگانہ نمازوں والے مذکورہ رفع یدین میں خالی حرکت ہوتی ہے ذکر نہیں ہوتا، اس لیے یہ غیر مطلوب ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔

شوال کے چھ روزے

رمضان المبارک کے روزوں اور عید الفطر کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنے کی احادیث میں بہت فضیلت اور ترغیب آئی ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ.

(صحیح مسلم: کتاب الصیام، باب استحباب صوم ستۃ ایام من شوال)

ترجمہ: حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے، پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ پورے زمانے کے روزے رکھنے کی طرح ہے۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَسِتًّا مِنْ شَوَّالٍ فَكَأَنَّمَا صَامَ السَّنَةَ كُلَّهَا.

(مسند احمد: رقم الحدیث14302)

کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس نے رمضان کے روزے رکھے اور شوال کے چھ روزے رکھے تو گویا اس نے پورے سال کے روزے رکھے۔

پہلی حدیث میں شوال کے چھ روزے رکھنے کو ''پورے زمانے کے روزے''

اور دوسری حدیث میں "پورے سال کے روزے" رکھنے کی مانند قرار دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان جب رمضان المبارک کے پورے مہینے کے روزے رکھتا ہے تو بقاعدہ "الحسنة بعشر امثالها" (ایک نیکی کا کم از کم اجر دس گناہ ہے) اس ایک مہینے کے روزے دس مہینوں کے برابر بن جاتے ہیں۔ اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے جائیں تو یہ دو مہینے کے روزوں برابر ہو جاتے ہیں، گویا رمضان اور اس کے بعد چھ روزے شوال میں رکھنے والا پورے سال کے روزوں کا مستحق بن جاتا ہے۔ اس سے مذکورہ حدیث کا مطلب واضح سمجھ میں آتا ہے کہ "گویا اس نے پورے سال کے روزے رکھے"، نیز اگر مسلمان کی زندگی کا یہی معمول بن جائے کہ وہ رمضان کے ساتھ ساتھ شوال کے روزوں کو بھی مستقل رکھتا رہے تو یہ ایسے ہے جیسے اس نے پوری زندگی روزوں کے ساتھ گزاری ہو۔ اس توجیہہ سے حدیث مذکور کا مضمون "یہ پورے زمانے کے روزے رکھنے کی طرح ہے" بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ لہذا کوشش کرنی چاہیے کہ اس فضیلت کو حاصل کر لیا جائے۔

چند مسائل:

1: اگر کسی کے ذمہ؛ رمضان کے روزے ہوں تو احتیاطا پہلے ان روزوں کی قضاء کی جائے، بعد میں شوال کے بقیہ دنوں میں ان چھ روزوں کو رکھا جائے۔

(نہایۃ المحتاج: ج10 ص310 باب فی صوم التطوع)

2: شوال کے یہ چھ روزے عید کے فوراً بعد رکھنا ضروری نہیں بلکہ عید کے دن کے بعد جب بھی چاہے رکھ سکتے ہیں۔ بس اس بات کا اہتمام کر لیا جائے کہ ان چھ روزوں کی تعداد شوال میں مکمل ہو جانی چاہیے۔

(شرح النقایۃ: ج2 ص215 الایام التی یستحب صومھا)